سیرت اور اُصولِ سیرت پر اُردو میں پہلی کتاب

علوم السیرۃ

اصول و مصطلحات

تحقیق
مولانا عثمان غنی نعمانی

پیش لفظ
ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

دارُالسلام

Marfat.com

سیرت نگاری کے علوم و اُصول پر اُردو میں پہلی کتاب

علوم السیرۃ

اُصول و مصطلحات

تحقیق

مولانا عثمان غنی نعمانی

پیش لفظ

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

دارالاسلام

Marfat.com

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

297.7921
ع 693 ت

فیضانِ نورِ علم

امامِ اعظم مجتہد مطلق مؤسس فقہ حنفی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ اعظم شیخ طریقت حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت اِمامِ اہلِ سُنّت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

میر مجلس

14.199

جامع الطریقین، مرج البحرین، شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت پیر سائیں علامہ غلامِ رسول قاسمی قادری نقش بندی حفظہ اللہ

مجلس اعزاز

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر محمد ثاقب خان، سید فضل الرحمٰن، پروفیسر دلاور خان

راجا رشید محمود، مولانا محمد ابراہیم فیضی، ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ، ڈاکٹر تفسیر عباس

پروفیسر فخر زمان، حافظ محمد عارف گھانچی، جمال الدین افغانی، حافظ فریاد علی قادری

صاحب الارشاد

یادگارِ اسلاف مولانا مفتی غلامِ حسن قادری

مؤسس ومدیر

محمد رضاء الحسن قادری

ضابطہ ودستور

سلسلۂ مطبوعات: 57، طبع: ربیع الاول 1439ھ/ دسمبر 2017ء، قیمت: 400روپے

Marfat.com

فہرست

شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۷
۲	مقدمہ مؤلف	۹
۳	باب اول بنیادی مباحث	۱۹
۴	حدیث، سنت اور سیرت کی تعریف	۲۱
۵	حدیث کا لغوی معنی	۲۱
۶	حدیث کا اصطلاحی معنی	۲۳
۷	سنت کی لغوی تعریف	۲۸
۸	سنت کی اِصطلاحی تعریف	۲۹
۹	لفظ ''السیرۃ'' کی لغوی دلالت	۳۲
۱۰	سیرت کی اِصطلاحی تعریف	۳۸

Marfat.com

١١	متقدمین کے نزدیک سیرت کی اصطلاح	٣٩
١٢	متوسطین کے نزدیک سیرت کی اصطلاح	٤٥
١٣	متاخرین کے نزدیک سیرت کی اصطلاح	٤٩
١٤	سیرت کی حدیث، سنت اور تاریخ سے نسبت	٦٥
١٥	صحیح بخاری میں ایام النبی سے کیا مراد ہے؟	٧٤
١٦	سیرت کی قدیم ترین تالیف	٨٥
١٧	مصادرِ سیرت	٩٨
١٨	سیرت نگار کی شرائط	١٠١
١٩	باب دوم	١٢١
	علومِ سیرت اور اسلوب قرآن	
٢٠	قصص الانبیا کا اسلوب اور علم سیرت کی خاکہ سازی	١٣٥
٢١	مقاصد سیرت	١٤١
٢٢	مصطلحات السیرۃ	١٤٧
٢٣	مضامین سیرت کی ثبوت کے اعتبار سے اقسام	١٥١
٢٤	باب سوم	١٦١
٢٥	روایات سیرت ذکر کرنے میں قدیم سیرت نگاروں کے مناہج	١٦٣
٢٦	تجمیع اور تقطیع	١٦٤
٢٧	الاسناد الجمعی	١٦٥
٢٨	مرسل جمعی	١٧٤

Marfat.com

۲۹	مرویات سیرت کے نقد کے اصول	۱۸۵
۳۰	معارضہ	۱۸۵
۳۱	عرض القول علیٰ اجماع اہل المغازی	۱۸۹
۳۲	عرض القول علیٰ اجماع اہل المغازی	۱۹۴
۳۳	ائمہ سیرت کے طبقات	۲۱۳
۳۴	خلاصۂ مباحث	۲۲۷
۳۵	مصادر	۲۲۹
۳۶	محقق ایک نظر میں	۲۳۵

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

''علوم السیرۃ - اُصول و مصطلحات'' کے ایک اہم موضوع پر مولانا عثمان غنی نعمانی سلمہٗ اللہ تعالیٰ کا تحقیقی کام بہت اہم جہات رکھتا ہے۔ مصطلحات کی تشریح وتفسیر اور تعبیر میں انھوں نے متقدمین اور متوسطین وغیرہ کے فرق پر دقتِ نظر سے کام کیا ہے، جو فکری وفنی ارتقا کو بیان کرتا ہے۔ حدیث، سنت اور سیرت کا باہمی فرق اور امتیازِ فنی بھی ایک دوسری جہت ہے، اور اس سے زیادہ ان تینوں کا باہمی اِرتباط اہم تر ہے۔ انھوں نے مصادرِ سیرت کا عمومی جائزہ لیا ہے اور سیرت نگار کی شرائط کا خصوصی باب رقم کیا ہے، جو ایک نئی جہت ہے۔ باب دوم اور باب سوم کے دوسرے مباحث بھی اسی طرح بہت اہم اور نئے ابعاد کے حامل ہیں۔ سیرت نگاری کی الاسناد الجمعی پر بحث محدثین اور صاحبانِ حدیث کے اعتراض ورَد کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے کہ محدثین کرام نے بھی بسا اوقات سیرت نگاروں کا طریق روایت اختیار کیا ہے۔ فنی اِعتبار سے سیرت نگاروں کے اِجماع کی ایک قوت ہے، اور اس کا اِعتراف اُصول و اِطلاق کے لحاظ سے کیا جانا چاہیے۔ اِس موضوع خاص پر مصنفِ گرامی نے ایک توجہ طلب

Marfat.com

اور قابلِ قدر موقف اختیار کیا۔ یہ مختصر تنقیدی اور تحلیلی تجزیہ اصولِ سیرت نگاری کی تعین وتدوین میں رہ نما خطوط کا کام کرے گا ان شاءاللہ العزیز۔

خاکسار راقم، محقق و مشرف دونوں کو تہِ دل سے مبارک باد دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی طلب صادق پر ان کو ایک اہم جہت فنی پر کام کرنے کی توفیق عطا کی۔

خادمِ علم و علما

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

لاہور

۷ نومبر ۲۰۱۷ء

Marfat.com

مقدمہ

علوم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو وہ تدوین کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے تکمیل کی صورت اختیار کرتے ہیں اور ہر مرحلہ میں ایسے اسباب موجود ہوتے ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے اُس علم کے ماہرین علم کے فنی ارتقا کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اُن اسباب میں ایک اہم سبب عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کی ضرورت اور کامل استفادہ کے لئے سابقہ علوم ہمہ جہت سے کافی ہیں یا پھر ان میں فنی اور تحقیقی کاوش کی ضرورت ہے۔ چناں چہ ضرورت محسوس ہونے پر اُس علم سے واقفیت رکھنے والے علما اپنی تحقیقی خدمات پیش کرتے ہیں۔

اسی مرحلہ میں علومِ اسلامیہ اور دوسرے علوم میں امتیاز ہوتا ہے۔ اسلامی علوم کی تدوین ہو یا اِرتقا، بہ ہرصورت اسلام کی نصوص کی رعایت ضروری ہے، ان نصوص کو نہ ہی تبدیل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی رد کیا جا سکتا ہے، بلکہ تدوین وارتقا کے ہر مرحلہ میں ان نصوص کا اِحترام اور انہیں تسلیم کرنا ضروری ہے۔

علم سیرت کی تدوین متقدمین کے زمانے میں ہو چکی تھی اور پھر تسلسل کے ساتھ اس موضوع پر تصنیفی وتالیفی خدمات سرانجام جاتی رہیں مگر زمانہ ماضی کی تصنیفی خدمات پر ضبط وتدوین، جمع وترتیب کا پہلو زیادہ نمایاں ہے جب کہ عصر حاضر میں سیرت کے حوالے سے جو کاوشیں ہو رہی ہیں ان میں سے اکثر پر نقد ونظر، روایت ودرایت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اور وقت اس بات کا متقاضی بھی ہے کہ سیرت کے اصول

Marfat.com

ومصطلحات کی تدوین کی جائے تاکہ حال ومستقبل میں سیرت نگاروں کے لیے ذخیرہ سیرت کو روایت ودرایت کے معیار پر پرکھنے کے لیے ایک اصولی سانچہ موجود ہو۔ زیرِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں علمِ سیرت کے کچھ اصول ومصطلحات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی حفاظت کی ذمہ داری علما کو سونپی، جنھوں نے سیرتِ طیبہ کو مدوّن کیا اور اس علم کو ضیاع اور تحریف سے محفوظ رکھا۔ سیرت کے موضوع پر قدیم وجدید لوگوں نے کتب تصنیف کیں، جن میں فقہا، مفسرین، محدثین، نسابین، مؤرخین، اہل لغت، مستشرقین، مستغربین وغیرہ سب حضرات شامل ہیں۔ مؤخر الذکر میں سے بعض لوگوں نے سیرت میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے مقصد میں کام یاب نہ ہو سکے، اس لیے کہ اہل علم نے قرونِ اولیٰ میں ہی روایاتِ سیرت کے ضبط وتصنیف کا مرحلہ طے کرلیا تھا۔ روایاتِ سیرت کے ضبط وحفظ کی اِبتدا قرنِ اول سے ہی ہو چکی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچے روایاتِ سیرت کو باقاعدہ یاد کیا کرتے تھے، چناں چہ روایت وسماع کے اس مرحلے سے گزرتے ہوئے سیرت کی تدوین ہوئی۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے، مسلمان کے لیے تو اس لیے ضروری ہے کہ اس کی دارین میں نجات حضور ﷺ کی اتباع میں ہے اور آپ کی کامل اتباع سیرت طیبہ کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں، اور ایک غیر مسلم کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ نوع انسانی میں مردِ کامل کا صرف یہی ایک نمونہ ہے۔

Marfat.com

مطالعہ سیرت کے لیے سب سے لازمی چیز سیرت کے مصادر و مآخذ سے واقفیت ہے اور سیرت کے مآخذ مختلف ہیں، جن میں قرآنِ کریم، کتب تفاسیر، کتب احادیث، کتب تاریخ، کتب سیرت، کتب بلدان، کتب شعر وغیرہ شامل ہیں۔ مآخذ کے اختلاف کی بنا پر روایاتِ سیرت کی صحت و ثبوت میں فرق آنا ایک امر لازم ہے۔ بسا اوقات ایک ہی واقعہ کے کچھ حصے کا معیار حدِ تواتر کو پہنچا ہوتا ہے اور کچھ حصہ حدیث صحیح کی شرائط کو پورا کر رہا ہوتا ہے، اور کچھ حصہ تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ واقعہ معراج میں یہ ساری اقسام پائی جاتی ہیں۔

مصادر و مآخذ کے اسی اختلاف کی بنا پر روایاتِ سیرت مختلف اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں۔ ہر قسم کی الگ مصطلحات اور اصول ہیں۔ ایسا ممکن نہیں کہ کسی ایک مصدر کے اصول پر تمام روایاتِ سیرت کو پرکھا جائے۔ جیسا کہ مصادرِ سیرت میں ایک مصدر کتب احادیث ہیں تو تمام ذخیرہ سیرت کو اصولِ حدیث کے میزان میں تولا جائے، اس لیے کہ ممکن ہے سیرت طیبہ کی کوئی تاریخی روایت اصولِ حدیث کے معیار پر پوری نہ اترے، لیکن اصولِ تاریخ کے اعتبار سے وہ ٹھیک ہو، جیسا کہ صحتِ سند دائماً صحتِ متن کو مستلزم نہیں ہے، اسی طرح عدمِ سند عدمِ صحتِ متن کو دائماً مستلزم نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے وہ متن صحیح یا حسن ہو۔ تو جب روایاتِ سیرت کی اقسام تعددِ مصادر کی بنا پر مختلف ہیں تو سیرت کی ہر قسم کی اپنی مصطلحات اور اصول ہوں گے۔ زیرِ نظر کتاب انہیں اصول و مصطلحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں سیرت طیبہ کا علمی اور خارجی اطلاق، سیرت، حدیث اور سنت کی مصطلحات میں باہمی نسبت، راویانِ

Marfat.com

سیرت کی شرائط، متقدمین سیرت نگاروں پر نقد و جرح کا جائزہ روایاتِ سیرت کے نقد کا روایتی و درایتی معیار، اخذ سیرت کے طریقے، سیرتِ طیبہ سے فقہی احکام کا ثبوت، سیرت نگار کی شرائط وغیرہ امور کا ذکر ہوگا۔

اس مجوزہ تحقیق کی اہمیت وافادیت کے چند پہلو حسب ذیل ہیں:

۱۔ عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ روایاتِ سیرت کے لیے اصول و مصطلحات کی تشکیل دی جائے۔

۲۔ اس موضوع سے سیرت طیبہ میں تحقیق کے کئی نئے ابواب منکشف ہوں گے۔

۳۔ روایاتِ سیرت کی اسناد کے درجات متعین ہوں گے۔

۴۔ قدیم سیرت نگاروں کے ہاں روایاتِ سیرت کے اخذ کے طرق کی تعیین ہوگی۔

۵۔ راویانِ سیرت کی شرائط کا تعین ہوگا۔

۶۔ اصول و مصطلحاتِ سیرت میں جن علوم کی ضرورت ہے ان علوم کا تعین ہوگا۔

۷۔ مستقبل میں سیرت نگاروں کے لیے روایاتِ سیرت کی تحقیق کے لیے ایک اصولی سانچہ موجود ہوگا۔

اصولِ سیرت نگاری کیا ہونے چاہئیں؟ اس موضوع پر ابھی تک کوئی مستقل تصنیف سامنے نہیں آئی، اس موضوع کے کسی خاص پہلو پر اگر کوئی علمی کاوش نظر آتی ہے تو وہ کتب سیرت کی ابتدا میں لکھے جانے والے مقدمات کے ضمن میں آتی ہے۔ چناں چہ دورِ جدید کے بعض سیرت نگاروں نے سیرت نگاری میں اصولِ روایت و درایت کی اہمیت اور اصولوں کی نشان دہی کی ہے۔

Marfat.com

مولانا شبلی نعمانی نے ''سیرت النبی'' کے مقدمے میں اسلامی فن روایت، عقل و درایت کی اہمیت اور بلند مقام کو صحابہ کرام کے طرز عمل اور علمائے نقد حدیث کے قواعد کی روشنی میں درج ذیل نکات میں پیش کیا ہے:

۱۔ سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں پھر احادیث صحیحہ میں پھر عام حدیث میں کرنی چاہیے، اگر نہ ملے تو روایاتِ سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔

۲۔ کتب سیرت محتاجِ تنقیح ہیں اور ان کی روایات و اسناد کی تنقید لازم ہے۔

۳۔ سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایۂ صحت احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں، اس لیے بہ صورتِ اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

۴۔ بہ صورتِ اختلاف روایات احادیث رواۃ ارباب فقہ و ہوش کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

۵۔ سیرت کے واقعات میں سلسلہ علت و معلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

۶۔ نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیے۔

۷۔ روایات میں اصل واقعہ کس قدر ہے اور راوی کی ذاتی رائے و فہم کا کس قدر جزو شامل ہے۔

۸۔ اسباب خارجی کا کس قدر اثر ہے۔

۹۔ جو روایات عام وجوہ عقلی، مشاہدۂ عام، اصول مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہوں گی لائق حجت نہ ہوں گی۔

۱۰۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق و جمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیے کہ راوی سے ادائے مفہوم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

Marfat.com

۱۱۔ روایاتِ آحاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائنِ حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کیا جانا چاہیے۔

مولانا شبلی نعمانی کے علاوہ مولانا عبدالرؤف دانا پوری نے ''اصح السیر'' میں درایتی پہلو پر اور اکرم ضیاء العمری ''السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ'' کے مقدمے میں اصولِ سیرت نگاری کے حوالے سے کچھ گفتگو کی ہے۔ اس موضوع پر لکھے جانے مضامین میں یا تو شبلی نعمانی کے بیان کردہ قواعد پر تبصرہ ہوتا ہے یا اس بات پر بحث ہوتی ہے اصول حدیث ہی اصول سیرت ہیں۔

ڈاکٹر صلاح الدین ثانی ''اُصولِ سیرت نگاری'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے، لیکن کتاب میں اصول سے مراد قواعد نہیں' بلکہ مآخذ ہیں، چناں چہ کتاب میں سیرت کے مآخذ کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ اصول سیرت نگاری کے حوالے سے کتب سیرت کے مقدمات میں جو ابحاث ہیں وہ بہت مختصر اور موضوع کے احاطہ کے اعتبار سے غیر جامع ہیں، لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ اصول سیرت نگاری کے حوالے سے ایسی مبسوط تحقیق پیش کی جائے جو سیرت کی تمام اقسام اور ان اقسام کے اصول و مصطلحات کی جامع ہو۔

پیش نظر تحقیق میں مندرجہ ذیل باتوں کا جائزہ لیا گیا ہے:

۱۔ سیرت کی اصطلاح کا لغوی اور اصطلاحی اطلاق کیا ہے۔

۲۔ سیرت، سنت، حدیث اور تاریخ کے مابین نسبت کیا ہے۔

۳۔ مضامین سیرت کیا ہیں اور قرآن کریم سے اُن کا استنباط کیسے کیا جائے۔

Marfat.com

۴۔ علمائے سیرت کے طبقات کی درجہ بندی کیسے کی جائے۔

۵۔ روایات سیرت کے صحت وضعف کے اعتبار سے درجات تعیین کیسے کی جائے۔

۶۔ روایاتِ سیرت کے نقد کے اصول کون سے ہیں۔

اس کے لیے ہم نے اپنے اس مقالہ کو تین ابواب اور نو فصول میں تقسیم کیا ہے۔

سیرت النبی کے علوم و اصول پر مزید تحقیق کے لیے ہمارے نزدیک چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں جن پر غور وفکر ناگزیر ہے، تاکہ اس علم کے ارتقائی مراحل کو لازمی تقاضوں کے مطابق عبور کیا جا سکے۔

علم سیرت کے مضامین کو مجموعی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ وہ مضامین جن کا تعلق خالص روایت سے ہے اور درایت کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے، جیسے شمائل، معجزات، دلائل وغیرہ۔

۲۔ علم سیرت کے وہ مضامین جن میں درایت کو بھی دخل ہے، جیسے مغازی وغیرہ

قسم اول میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، چناں چہ رائے کی بنا پر اِن مضامین میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، جب کہ قسم ثانی میں رائے کا بھی دخل ہے اور رائے کی بنا پر ہی اسباب ونتائج پر بحث کی جا سکتی ہے، علمائے سیرت پر محدثین کی طرف سے جرح کی ایک بڑی وجہ واقعات میں اپنی رائے کو داخل کرنا ہے، مضامین میں تنوع کی بنا پر روایات سیرت کو پرکھنے کے اصول میں بھی تنوع آئے گا، لہٰذا روایت کے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے ثبوت اور عدم ثبوت سے بحث کی جائے گی۔

علم سیرت کی مرسل اور مقطوع روایات کو صرف اس بنا پر رد نہیں کر دیا جائے گا کہ ان کی سند میں انقطاع ہے، بلکہ مراسیل کی مسانید تلاش کر کے ان کا ضعف دور کیا

Marfat.com

جائے گا، اور اگر مرسل روایت کہیں مسند نہ ملے تو اس کے شواہد تلاش کر کے صحت کا درجہ متعین کیا جائے گا۔ لہٰذا کتب سیرت کی مرسل روایات پر تحقیقی کام کی اشد ضرورت ہے، جیسے سیرت ابن ہشام کی مرسل روایت پر تحقیقی کام ہو تو اس کتاب کی تمام مرسل روایات کا درجہ سامنے آجائے گا۔ اور بہت سی روایات درجہ ضعف سے نکل کر درجہ صحت میں آجائیں گی۔

علم سیرت کے رجال پر تحقیقی کام عصر حاضر کا اہم تقاضا ہے، جس طرح حدیث کی مختلف کتب کے رجال پر مستقل کتابیں ہیں اسی طرح روایات سیرت کو نقل کرنے والے رجال کے احوال پر مشتمل کتب کی ضرورت ہے، تاکہ روایات سیرت کے رجال تک رسائی آسان ہو سکے۔

علم سیرت کے غریب الفاظ جن کی مراد تک وضاحت کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں، ایسے تمام الفاظ کو یکجا کر کے ان کی مراد کی وضاحت کی جائے، تاکہ مطالعہ سیرت میں آسانی پیدا ہو سکے، اور غریب الفاظ کی مراد تک آسانی سے پہنچا جا سکے۔

علم سیرت کی متعارض روایات کو جمع کر کے اگر تطبیق ممکن ہو تو پہلے تطبیق دی جائے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو وجوہِ ترجیح کی بنا پر ترجیح دی جائے۔ اس سے علم سیرت کی متعارض روایات بھی جمع ہو جائیں گی اور روایات میں تطبیق اور ترجیح بھی ہو جائے گی۔

کلمہ شکر

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسی کی توفیق اور فضل و احسان سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ دورانِ مقالہ بہت سے مقامات ایسے آئے جہاں اللہ ربّ

Marfat.com

العزت کی غیبی مدد کا مشاہدہ ہوا، اور بہت مشکل کام بہت آسانی سے حل ہو گیا۔ اللہ ربّ العزت کے بعد اگر مَیں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جنھوں نے اس کتاب میں میری کسی بھی طرح سے مدد کی تو یہ بہت بڑی احسان فراموشی ہوگی، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ۔

جس نے انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر بھی نہیں ادا کیا۔

مَیں اپنے تمام گھر والوں خاص طور پر اپنے والدین کریمین اور بھائیوں کا تہ دل سے مشکور ہوں، جنھوں نے مجھے ہر طرح کی ذمہ داریوں سے آزاد کر کے اس کتاب کے لکھنے کے لیے وقف کر دیا۔ یہ بات سچ ہے کہ اگر اُن کا یہ اِحسان نہ ہوتا تو شاید میں اس کام کو انجام نہ دے پاتا۔ اور اپنی اہلیہ کا بھی شکر گزار ہوں جس نے شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی اس کام کے سرانجام دینے میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ اللہ ان سب کو اپنی جناب سے خیر کا بدلہ عطا فرمائے اور ان کی صحت اور مال و جان میں برکتیں عطا فرمائے۔ (آمین!)

مادرِ علمی جی سی یونی ورسٹی اور اس کی تمام انتظامیہ خاص طور پر وائس چانسلر ڈاکٹر محمد علی، ڈاکٹر عمر حیات صاحب، ڈاکٹر حامد رضا صاحب، اور پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے ہر طرح سے میری حوصلہ افزائی کی اور ایسا بھرپور تعاون کیا کہ گویا محسوس ہوتا تھا کہ سخت گرمی میں کوئی شجر سایہ دار نصیب ہو گیا، ایک دفعہ تو تجارتی مصروفیات کی بنا پر تکمیل ناممکن دکھائی دینے لگی، لیکن سر ہمایوں عباس نے بہت ہی احسن طریقہ سے مجھے کام جاری رکھنے پر آمادہ

Marfat.com

کیا۔ اللہ ان تمام اساتذہ کی صحت، عمر اور علم میں ترقی عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر میرے سر پہ قائم رکھے۔ (آمین)

اس مقالہ میں جتنی بھی درست باتیں ہیں وہ میں نے اپنے اساتذہ کرام سے سیکھی ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں، اور جہاں کہیں غلطی ہے وہ میری کم علمی کی وجہ سے سرزد ہوئی ہے، اس لیے کہ میرے اساتذہ نے میری تعلیم و تربیت میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا ہے، اور جہاں بھی رہ نمائی کی ضرورت پیش آئی وہاں ہر ممکن میری مدد کی ہے۔ چناں چہ مَیں مادرِ علمی جامعہ دار القرآن کے تمام اساتذہ اور جامعہ کے بانی شیخ القرا قاری یٰسین صاحب اور ان کے صاحب زادے قاری جمیل الرحمٰن اور قاری عزیز الرحمٰن کا بھی تہ دل سے مشکور ہوں کہ ان حضرات نے درسِ نظامی کے ابتدائی مراحل سے آخر تک میری مکمل رہنمائی فرمائی۔

جن ملکی اور غیر ملکی سکالرز نے اس تحقیقی مقالہ کی تکمیل میں گہری دل چسپی کا اظہار کیا ان میں کراچی سے ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی (جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) اور بیرونی سکالرز میں سے دکتور عبد المعز ربوشہ (جامعۃ الازہر)، دکتور عبد الرزاق مرزوق (جامعہ قاضی عیاض) مراکش سے تعلق رکھنے والے ہیں، جنھیں مغرب میں استاذ السیر ۃ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دکتور عبد الرزاق مرزوق مقالے کی اِبتدا سے مناقشہ تک مقالہ کی تفصیل اور مضامین سے مکمل آگاہ رہے ہیں اور بہت قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اللہ پاک سب حضرات کو اپنی شان کے شایان بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

عثمان غنی نعمانی

Marfat.com

باب اول

بنیادی مباحث

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول:

حدیث، سنت اور سیرت کی تعریف

علم حدیث، علم سنت اور علم سیرت تینوں کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ سے ہے، لیکن کیا ان علوم میں یکسانیت ہے؟ یا ان میں سے ہر علم کی اپنی ایک الگ شناخت ہے؟ اس بات کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ان میں سے ہر علم کی لغوی اور اِصطلاحی دلالت کو جانا جائے، تا کہ اس بات کی وضاحت ہو سکے کہ علومِ ثلاثہ میں سے ہر علم کا موضوع کیا ہے، اور ان کے اجزا کیا ہیں، جن سے مل کر یہ علوم وجود میں آئے۔

حدیث کا لغوی معنی

حدیث ''حدث'' سے مشتق ہے۔ حروف اصلی: ح، د، ث۔ بہ معنی ''نیا ہونا''

جوہری حدیث کے معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

الحدیث نقیض القدیم۔

اور

الخبر یاتی علی القلیل والکثیر۔ (۱)

Marfat.com

حدیث 'قدیم کی نقیض ہے، اور حدیث کا معنی ''خبر'' جو (کلام) قلیل اور کثیر کے لیے آتی ہے۔

ازہری نے ''تہذیب اللغہ'' میں حدیث کے دو معنی بیان کیے ہیں:

پہلا معنی:

ما یحدّث به المحدث تحدیثاً۔

یعنی وہ بات جو محدث بیان کرے۔

اور دوسرا معنی:

الجدید من الاشیاء۔

یعنی نئی چیز۔ (۲)

''لسان العرب'' میں حدیث کا معنی **الجدید من الاشیاء**، اور **الخبر یاتی علی القلیل والکثیر**، اور اس کی جمع ''**الاحادیث**'' بیان کی گئی ہے۔ (۳)

مرتضیٰ زبیدی لفظ حدیث کی لغوی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فاما الحدیث، فصفة یوصف بها کل شیء قریب المدة و العهد به، و به سمی الحدیث، وهو الجدید من الاشیاء، و الحدیث، الخبر مترادفان، یاتی علی القلیل والکثیر۔ (۴)

حدیث ہر اس چیز کی صفت ہے جو زمانہ قریب میں معرض وجود میں آئی ہو۔ اسی وجہ سے حدیث کا معنی نئی چیز ہے۔ حدیث اور خبر مترادف ہیں، قلیل و کثیر (کلام) کے لیے مستعمل ہیں۔

160199

Marfat.com

حدیث کا اصطلاحی معنی

اصولِ حدیث کی کتابوں میں حدیث کی تعریف میں عموماً دو اسلوب اختیار کیے جاتے ہیں، قدیم اسلوب میں قول، فعل اور تقریر کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی جاتی ہے، اور اسلوبِ جدید میں قول، فعل اور تقریر کی نسبت حضور ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی طرف کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اصول حدیث کے علما میں پایا جانے والا ایک اصولی اختلاف ہے، وہ یہ کہ حدیث کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد کیا ہوگا۔ حافظ ابن صلاح کی رائے یہ ہے کہ حدیث کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے گا تو اس سے مراد آپ ﷺ کا قول اور فعل ہوگا اور اس اطلاق میں قولِ صحابی اور ان کے غیر (تابعی) داخل نہیں ہوں گے۔ (۵-الف) اور اسلوبِ جدید میں حدیث کے اطلاق میں قولِ صحابی اور قولِ تابعی بھی شامل ہے۔ ثمرۂ اختلاف یہ ہوگا کہ اسلوب قدیم کے مطابق حدیث کی تعریف بعینہٖ وہی ہوگی جو حدیث مرفوع کی ہے۔ جب کہ اسلوب جدید کے مطابق حدیث اور حدیث مرفوع کی تعریف میں فرق ہوگا۔ اس نقطہ اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے حدیث کی تعریفات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں، ان تعریفات سے دونوں اسلوب کے قائلین کی وضاحت بھی ہو جائے گی۔

حافظ ابن صلاح نے حدیث مرفوع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

و هو ما اضيف الى رسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة، و لا يقع مطلقه على غير ذالك نحو الموقوف على الصحابة وغيرهم۔ (۵-ب)

Marfat.com

حدیث وہ ہے جس کی اضافت خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو اور مطلقاً (لفظ) حدیث اس کے علاوہ کے لیے نہیں آئے گا، جیسا کہ موقوف علی الصحابہ وغیرہم کے لیے۔

حافظ ابن صلاح کی بیان کردہ مندرجہ بالا تعریف کے الفاظ اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ یہ حدیث کی تعریف ہے، اس لیے کہ حدیث مرفوع میں خاصۃ کی قید لگانے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ وہ تو پہلے ہی خاص ہے، اور اسی طرح حدیث مرفوع مطلق نہیں، بلکہ مقید ہے، اور حدیثِ مرفوع کے تحت مطلقاً حدیث کی تعریف کرکے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ لفظ حدیث جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے آپ ﷺ کا قول اور فعل مراد ہوگا۔

شیخ ابن تیمیہ کا حدیث کی تعریف کے بارے میں موقف یہ ہے:

الحدیث النبوی ھو عند الاطلاق ینصرف الی ما حدث بہ عنہ بعد النبوۃ۔ (٦)

مطلقاً حدیث نبوی سے مراد آپ ﷺ کا قول، فعل اور اقرار ہے، جو آپ ﷺ سے زمانہ نبوت کے بعد بیان کیا گیا ہو۔

امام طیبی نے ''الکاشف عن حقائق السنن'' کے مقدمے میں حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''الحدیث'' اعم من ان یکون قول الرسول ﷺ، او الصحابی، او التابعین، وفعلھم وتقریرھم۔ (٧)

Marfat.com

حدیث عام ہے خواہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہو یا صحابی یا تابعین کا یا ان کا فعل اور تقریر ہو۔

حافظ ابن حجر ''نزہۃ النظر'' میں رقم طراز ہیں:

الحدیث ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۸)

اور ''فتح الباری'' میں لکھتے ہیں:

المراد بالحدیث فی عرف الشرع ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کانہ ارید بہ مقابلۃ القرآن لانہ قدیم۔ (۹)

شریعت کے عرف میں حدیث سے مراد وہ جو نبی ﷺ کی طرف مضاف ہو۔ گویا یہ اصطلاح قرآن کے مقابلے میں مقرر کی گئی ہے، اس لیے کہ قرآن قدیم ہے۔

علامہ سیوطی ''تدریب الراوی'' میں نقل کرتے ہیں:

لا یطلق الحدیث علی غیر المرفوع الا بشرط التقیید۔ (۱۰)

غیر مرفوع پر حدیث کا اطلاق کرنے کے لیے قید کی شرط ضروری ہوگی۔

یعنی اگر غیر مرفوع پر حدیث کا اطلاق کرنا ہو تو اس طرح کیا جائے گا، حدیث ابی هريرة، حدیث قتادۃ، یہ قرینہ ہوگا کہ یہاں حدیث سے مراد غیر مرفوع ہے۔

امیر الصنعانی ''توضیح الافکار'' میں حدیث کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ھو کل ما صدر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر۔ (۱۱)

Marfat.com

آپ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر میں سے جو بھی آپ سے صادر ہو وہ حدیث ہے۔

شیخ طاہر الجزائری کی ''توجیہ النظر'' میں حدیث کے اصطلاحی معنی پر تحقیق یہ ہے:

الحدیث ما اضیف الی النبی علیه الصلاة والسلام، فیختص بالمرفوع عند الاطلاق، ولا یراد به الموقوف الا بقرینة۔ واما الخبر فانه اعم،لانه یطلق علی المرفوع والموقوف، فیشمل ما اضیف الی الصحابة والتابعین، وعلیه یسمی کل حدیث خبرا، و لا یسمی کل خبر حدیثا۔ وقد اطلق بعض العلماء الحدیث علی المرفوع والموقوف، فیکون مرادفا للخبر، و قد خصّ بعضهم الحدیث بما جاء عن النبی علیه الصلاة والسلام،والخبر بما جاء عن غیره،فیکون مباینا للخبر۔ (۱۲)

حدیث وہ ہے جس کی اضافت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہو، اطلاق کے وقت (حدیث) مرفوع کے ساتھ خاص ہوگی اور بغیر قرینے کے موقوف مراد نہیں لی جائے گی۔ اور خبر عام ہے، اس لیے کہ اس کا اطلاق مرفوع اور موقوف پر ہوتا ہے، لہٰذا وہ شامل اس کو جس کی اضافت صحابہ اور تابعین کی طرف ہوگی، اسی بنا پر ہر حدیث خبر ہوگی اور ہر خبر حدیث نہیں ہوگی۔ اور بعض علما نے حدیث کا اطلاق مرفوع اور موقوف پر کیا ہے، تب حدیث خبر

Marfat.com

کے ہم معنی ہو گی، اور بعض نے حدیث کو خاص کیا ہے اس چیز سے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آئے اور خبر جو آپ کے علاوہ سے آئے، تب حدیث خبر کے متباین ہو گی۔

مولانا عبدالحی لکھنوی ''ظفر الامانی'' میں جرجانی کی بیان کردہ تعریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحدیث ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، او الصحابی، او التابعی، والخبر ماجاء عن غیر ذالك، ومن ثم یقال للمشتغل بالتواریخ اخباری، و للمشتغل بالسنۃ المحدث۔ (۱۳)

حدیث وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابی یا تابعی سے آئے، اور خبر وہ جو ان کے علاوہ سے آئے، اس لیے تواریخ میں مشغول کو اخباری اور سنت میں مشغول کو محدث کہا جاتا ہے۔

پھر بعض سے حدیث اور خبر میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والتحقیق عند ارباب ھذا الفن ان الخبر مرادف للحدیث۔

اس فن کے علما کے ہاں محقق بات یہ ہے کہ خبر اور حدیث یکساں ہیں۔

بعض نے حدیث کی تعریف میں (قول، فعل اور تقریر) کے ساتھ صفت، رؤیا اور حالت منام اور حالتِ بیداری میں حرکات و سکنات نبویہ کا اضافہ کیا ہے۔

ابوشہبہ حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

Marfat.com

هو اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعاله، وتقریراته، وصفاته الخِلقیه و الخُلُقیه۔ (۱۴)

حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف خِلقی اور اوصاف اخلاقی ہیں۔

سنت کی لغوی تعریف

السنة عربی زبان کا لفظ ہے، حروف اصلی ''س، ن، ن'' ہیں۔

ازہری نے ''تہذیب اللغہ'' میں سنت کا معنی الطریقة المستقیمة المحمودة بیان کیا ہے۔ (۱۵)

لہٰذا کہا جاتا ہے:

فلان من اهل السنة، وسننت لکم سنة فاتبعوها۔

اور حدیث میں ہے:

من سنّ فی الاسلام سنة حسنة کان له اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینتقص من اجورهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینتقص من اوزارهم شیء۔ (۱۶)

جس نے اسلام میں کسی اچھے طریقے کو جاری کیا تو اسے اس کا ثواب بھی ملے گا اور اُس شخص کا ثواب بھی ملے گا جو اِس کے بعد اُس طریقے پر عمل کرے گا، لیکن اِس دوسرے شخص کے اجر سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

Marfat.com

اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقے کو جاری کیا تو اسے اس کا گناہ بھی ملے گا اور اُس شخص کا گناہ بھی ملے گا جو اِس کے بعد اُس طریقے پر عمل کرے گا، لیکن اِس دوسرے شخص کے گناہ سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

''لسان العرب'' کے مطابق سنت کا اصل معنیٰ ''الطریقة و السیرة'' ہے، سیرت چاہے اچھی ہو یا بری، اور سنت کا معنیٰ الوجه (چہرہ) بھی ہے، اور سنة الله سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے امر و نہی ہیں۔ (۱۷)

''القاموس المحیط'' میں سنت کے معنیٰ الوجه، السیرة، الطبیعة، اور تمر بالمدینة بیان کیے گئے ہیں۔ (۱۸)

''تاج العروس'' میں مذکورہ معانی بیان کر کے لکھا ہے:

السنة کی اصل سنة الطریق ہے اور سنة الطریق ایسے راستے کو کہتے ہیں جس پر پہلے لوگ چلے ہوں اور وہ بعد والوں کے لیے راہِ اتباع بن گیا ہو۔ (۱۹)

سنت کی اِصطلاحی تعریف

امام ابوبکر الجصاص نے سنت کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

سنة النبی علیه السلام: ما فعله، او قاله، لیقتدی به فیه، و یداوم علیه۔ (۲۰)

Marfat.com

نبی علیہ السلام کی سنت وہ جو آپ نے کیا ہو یا کہا ہو، تاکہ اس میں آپ کی اقتدا کی جائے اور اس پر مداومت کی جائے۔

خطیب بغدادی کی رائے یہ ہے:

السنة: ما رسم ليحتذى۔ (۲۱)

سنت وہ طریقہ جو اس لیے لایا گیا تاکہ اس کی اِقتدا کی جائے۔

امام سرخسی کا موقف یہ ہے:

فهى الطريقة المسلوكة فى الدين...والمراد به شرعا ما سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة بعده۔ (۲۲)

سنت دین میں جاری کیا گیا طریقہ ہے۔ اور شرعاً اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد صحابہ کا طریقہ ہے۔

آمدی رقم طراز ہیں:

و اما فى الشرع؛ فقد تطلق على ما كان من العبادات نافلة منقولة عن النبى، وقد تطلق على ما صدر عن الرسول من الادلة الشرعية مما ليس بمتلو و لا هو معجز، و لا داخل فى المعجز۔ (۲۳)

شریعت میں کبھی تو سنت کا اطلاق ان نفلی عبادات پر ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، اور کبھی سنت کا اطلاق ان ادلۂ شرعیہ پر ہوتا ہے جن کی تلاوت نہیں کی جاتی، نا وہ معجز ہیں اور نا ہی معجز میں داخل ہیں۔

Marfat.com

ابن ہمام ''التحریر'' میں لکھتے ہیں:

السنة، الطريقة المعتادة،وفي الاصول قوله عليه السلام وفعله وتقريره، وفي فقه الحنفية: ما واظب على فعله مع ترك ما بلا عذر ليلزم كونه بلا وجوب۔ (۲۴)

سنت معتاد طریقہ ہے، اور اصول میں آپ علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں، اور فقہ حنفی میں ایسی چیز جس کے کرنے پر مواظبت کی ہو، اور بلا عذر اسے چھوڑا بھی ہو، تاکہ اس کا غیر واجب ہونا ثابت ہو جائے۔

قاسم بن قطلو بغا نے ''خلاصۃ الافکار'' میں سنت کی تعریف یوں کی ہے:

المروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قولا او فعلا او تقريرا۔ (۲۵)

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہوا قول، فعل یا تقریر ہے۔

ابن نجیم نے صاحب التحریر کی تعریف کو احسن قرار دیا ہے۔ (۲۶)

دور حاضر کے محقق عبد الکریم النملہ نے لکھا ہے:

ما صدر عن النبي صلى الله عليه وسلم غير القرآن من قول، او فعل، او تقرير مما يخص الاحكام التشريعية۔ (۲۷)

سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قول، فعل اور تقریر ہے جو احکام تشریعیہ میں سے ہو اور قرآن نہ ہو۔

Marfat.com

لفظ ''السیر ۃ'' کی لغوی دلالت

السیر ۃ عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ ''سار یسیر سیرا'' سے مشتق ہے، جس کے حروف اصلی س، ی، ر ہیں، لغت میں السیر کا معنی الذہاب ہے، اس کا فعل سار اور مضارع یسیر آتا ہے، سار یسیر لازمی اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، جیسے سار البعیر، وسرته انا، حالت تعدی میں یہ رکوب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور کبھی اس سے ابلاغ کا معنی بھی مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کا قول:

فاذكرن موضعا اذا التقت الخيل
وقد سارت الخيل الرجال الى الرجال

یعنی گھوڑوں نے آدمیوں کو آدمیوں تک پہنچا دیا۔

حالت تعدی میں اس کے استعمال کی مثال خالد بن زہیر الہذلی کا شعر ہے:

فلا تجز عن سيرة انت سرتها
فاول راض سيرة من يسرها

اگر یہ مادہ حروف جر سے متصل ہو تو سار اور زال کے معنی دیتا ہے، جیسے:

تسار عنه الشیء۔

یعنی اس سے وہ چیز زائل ہوگئی۔

السیر اسم مفعول کے صیغوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے دابة مسيرة جب کہ سواری پر کوئی آدمی سوار ہو یا اس کو چلا رہا ہو، اسی طرح الماشية مسارة، القوم مسيرون، طريق مسور به، رجل مسور به، اسم مفعول کا صیغہ کبھی مصدری معنی

Marfat.com

میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے المسیرۃ ، السیر کے معنی میں اور المسیرۃ مسافت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے قول نصرت بالرعب مسیرۃ شھر میں مسیرۃ مسافت کے معنی میں ہے۔ اس مادہ سے صفت کا صیغہ سُیَرَۃ، ھمزہ کے وزن پر آتا ہے، جس کا معنی الکثیر السیر ہے۔ ابن منظور کے مطابق ان سب سے اسم کا صیغہ ''السیرۃ'' آتا ہے۔ (۲۸)

اہل لغت کے مطابق لفظ سیرت چار معانی پر دلالت کرتا ہے: (۲۹)

۱۔ الضرب من السیر

۲۔ السنۃ

۳۔ الطریقۃ

۴۔ الھیئۃ

الضرب من السیر:

ابن فارس کے مطابق الضرب کی اصل الصیغۃ ہے، جیسے کہا جاتا ہے:

ھذا من ضرب فلان، ای صیغتہ، لانہ اذا صاغ شیئا فقد ضربہ۔ (۳۰)

ابن منظور الضرب کے معانی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

الضرب کا معنی الصفۃ اور الصنف من الاشیاء بھی آتا ہے۔

جیسے کہا جاتا ہے:

ھذا من ضرب ذالک ،ای من نحوہ و صفتہ۔

Marfat.com

جیسے ثعلب کا قول:

اراك من الضرب الذی یجمع الهوی
و حولك نسوان لهن ضروب (۳۱)

اور ضرب کا معنی مثال بیان کرنا بھی آتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿کذالك یضرب اللّٰه الحق و الباطل﴾ (۳۲)

ای یمثل اللّٰه الحق و الباطل، حیث ضرب مثلا للحق والباطل والکافر والمؤمن فی هذه الآیة، ومعنی اضرب لهم مثلا: مثل لهم مثلا۔ (۳۳)

لہٰذا الضرب من السیر کے معنی ہوں گے:

صیغة منه، صفة منه، مثال منه۔

السنة:

سیرت کا دوسرا معنی سنت ہے، اور کتب لغت میں سنت کے درج ذیل معنی بیان کیے جاتے ہیں، جیسا کہ سنت کی لغوی تحقیق کے ضمن میں گزر چکا ہے:

۱۔ الطریقة

۲۔ السیرة

۳۔ الوجه

۴۔ الصورة

۵۔ الطریق القویم

Marfat.com

الطریقه:

جوہری نے ''الصحاح'' میں الطریقة کا معنی بیان کیا ہے:

اطول ما یکون من النخل بلغة الیمامة۔

اہل یمامہ کی لغت کے مطابق کھجور کے سب سے لمبے درخت کو الطریقة کہا جاتا ہے۔

اور طریقة القوم سے مراد اماثلهم وخیارهم، جیسے کہا جاتا ہے:

هذا رجل من طریقة قومه، ای شریفهم و امثلهم۔ (۳۴)

ابن منظور کے مطابق الطریقة کا معنی حال بھی آتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے:

هو علی طریقة حسنة وطریقة سیئة۔ (۳۵)

خلاصہ کلام یہ کہ طریقہ ان تین معانی پر دلالت کرتا ہے:

۱- الامتداد

۲- الرفعة

۳- الحال

الهیئة:

ابن منظور کے مطابق لفظ ''الهیئة'' کی اصل هاء یهاء ہے، اور اس کا معنی ''حال الشیء وکیفیته'' ہے۔ (۳۶)

لفظ ''سیرۃ'' کا ہیئت کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ اس کا ''فعلة'' کے وزن پر ہونا ہے۔ ابن ہشام انصاری ''اوضح المسالك الی الفیة ابن مالك'' میں رقم طراز ہیں:

Marfat.com

ویدل علی الھیئۃ بفعلۃ بالکسر کالجلسۃ و الرکبۃ و القِتلۃ۔ (۳۷)

فعل ثلاثی کے مصدر سے جو صیغہ فِعلۃ کے وزن پر آئے تو وہ ہیئت پر دلالت کرتا ہے، جیسے جِلسۃ، رِکبۃ اور قِتلۃ بیٹھنے، سوار ہونے اور قتل کرنے کے حالت پر دلالت کرتے ہیں۔

مولانا عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں:

لفظ سیرت بروزن فعلۃ بہ کسر فا ماخوذ ہے سار یسیر سیرا سے...... اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی مصدر فعلۃ (بہ کسر فا) کے وزن پر آتا ہے تو اس کے معنی مادی کسی خاص صفت نوعیہ کے ساتھ موصوف ہو جاتے ہیں۔ (۳۸)

''مسند بزار'' کی ایک روایت میں لفظ ہیئت رسول اللہ ﷺ کی کتب سابقہ میں موجودہ صفات پر دلالت کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے:

عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ، عن خالہ رضی اللہ عنہ، قال:
کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالسا فی المجلس فشخص بصرہ الی رجل فی المسجد یمشی فقال: ابا فلان قال: لبیك یا رسول اللہ، ولا ینازعہ الکلام الا قال یا رسول اللّٰہ۔

قال لہ: اتشھد انی رسول اللہ؟

قال: لا۔

Marfat.com

قال: اتقرا التوراۃ؟

قال: نعم۔

قال: والانجیل؟

قال: نعم۔

قال: والقرآن؟

قال: والذی نفسی بیدہ لو نشا لقراتہ۔

ثم ناشدہ: ھل تجدنی فی التوراۃ و الانجیل؟

قال: نجد مثلك، ومثل ھیئتك، ومثل مخرجك۔ (۳۹)

عاصم بن کلیب اپنے والد اور وہ اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں چل رہا تھا، تو آپ نے اسے مخاطب کیا، اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں، حضور ﷺ نے اس سے استفسار کیا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے توراۃ پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: انجیل؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا: قرآن؟ تو اس نے کہا: اگر میں چاہتا تو پڑھ لیتا۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے توراۃ میں میرا ذکر پایا؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے آپ کی مثل، ہیئت اور مخرج کی طرح پایا ہے۔

Marfat.com

لہٰذا لفظ ''السیرۃ'' کی دلالت ان تمام معانی پر ہوگی:

صفة السير، صنف السير، مثال السير، سيرة السائر، سنة السائر، طريقة السائر، هيئة السائر، صورة السائر، طبيعة السائر، وجه السائر۔ (۴۰)

لہٰذا جب سیرۃ النبی کا لفظ بولا جائے گا تو لغوی دلالت کے اعتبار سے اس میں یہ ابحاث داخل ہوں گی:

صفة سير النبی ﷺ، صنف سير النبی ﷺ، مثال سير النبی ﷺ، سنة النبی ﷺ، طريقة النبی ﷺ، هيئة النبی ﷺ، صورة النبی ﷺ، طبيعة النبی ﷺ، وجه النبی ﷺ۔

لغوی دلالات کو مدنظر رکھتے ہوئے علم سیرت کی تعریف اس طرح ہوگی:

علم سیرت وہ علم ہے جس میں نبی ﷺ کی ہیئت حسنہ، طبیعت جمیلہ، احوال جلیلہ، اخلاق و خصائل کریمہ، اور فضائل حمیدہ کا ذکر ہو۔

سیرت کی اِصطلاحی تعریف

لفظ سیرت کے لغوی اور اصطلاحی اطلاق میں مرورِ زمانہ کے ساتھ تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہی ہیں۔ شیخ محمد علی تھانوی ''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں ان تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

السیرۃ ''السیر'' بہ معنی (چلنا) کا اسم ہے۔ (۴۱)

Marfat.com

اور لفظ سیر کو اسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے، جیسا کہ ابن فارس کے اس قول:

السین، والیاء، والراء اصل یدل علی المضی والجریان [۴۲] سے

معلوم ہوتا ہے۔

(المضی والجریان پر دلالت کرنے کے بعد) پھر طریقہ کی طرف انتقالِ معنی ہوا [۴۳] طریقہ کی طرف انتقالِ معنی مناسبت کی وجہ سے ہوا ہے جو کہ طریقہ کے معنی میں پائی جاتی ہے۔ ابن فارس اس مناسبت کو ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السیرۃ: الطریقه فی الشیء والسنة، لانها تسیر وتجری۔ [۴۴]

یعنی سیرت کا معنی کسی شے میں طریقہ کار اور سنت بھی آتا ہے۔ اس لیے کہ (طریقہ اور سنت) بھی چلتے اور جاری ہوتے ہیں (یعنی ان کی اتباع کی جاتی ہے)۔

متقدمین (ا رتا ۴ صدی ہجری) کے نزدیک سیرت کی اصطلاح

ابن ھشام:

لفظ ''سیرت'' کو اصطلاح کی حیثیت سے ابن ہشام نے متعارف کروایا۔ اگرچہ علم سیرت، علم حدیث، علم سنت کا زمانہ ایک ہی ہے، لیکن حدیث اور سنت کی اصطلاح، سیرت کے اصطلاحی حیثیت سے متعارف ہونے سے پہلے اپنی تمام قیودات کے ساتھ استقرار پا چکی تھیں۔ امام زہری کے زمانے میں سیرت کی اصطلاح ملتی تو ہے جیسا کہ کتاب ''الاغانی'' کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، لیکن امام زہری سے سیرت کی تعریف بہ حیثیت اصطلاح منقول ہونا تلاشِ بسیار کے باوجود نہ مل سکا۔

Marfat.com

ابن ہشام نے کتاب میں اپنا منہج بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علم سیرت کے اجزا کی تعیین بھی کی ہے۔ امام موصوف رقم طراز ہیں:

وانا ان شاء الله مبتدئ هذا الكتاب بذكر اسماعيل بن ابراهيم، ومن ولد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من ولده واولادهم لاصلابهم، الاول فالاول، من اسماعيل الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وما يعرض من حديثهم۔ وتارك ذكر غيرهم من ولد اسماعيل على هذه الجهة للاختصار الى حديث سيرة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وترك بعض ما ذكره ابن اسحاق فی هذا الكتاب مما ليس لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فيه ذكر، و لا نزل فيه من القرآن شیء، وليس سببا لشیء من هذا الكتاب۔ (۴۵)

میں ان شاء اللہ اس کتاب کو اسماعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) کے تذکرہ سے شروع کر رہا ہوں پھر (حضرت) اسماعیل کی اولاد میں سے انہی لوگوں کا ذکر کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں داخل ہیں، باقی اولاد کا ذکر نہ کروں گا۔ اور ابن اسحاق نے اس کتاب میں بعض ایسی باتیں ذکر کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس بارے میں قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوا ہے اور نہ اس کتاب میں سے کسی چیز کا سبب ہیں، میں نے اختصار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کرنے کے لیے ایسی باتوں کو ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

ابن ہشام نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کرنے میں تین نکات پر اپنی توجہ مرکوز کی اور یہی نکات سیرت کے اہم اجزا ہیں:

نکتہ اولیٰ: وہ اخبار جن میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو۔

نکتہ ثانیہ: وہ واقعہ یا خبر جس کے بارے میں قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوا ہو۔

نکتہ ثالثہ: واقعات سیرت کے سمجھنے کے لیے سبب کے درجے میں ہوں۔

ابن ہشام نے ان نکاتِ ثلاثہ کے ذریعے علم سیرت کی اصطلاح کے لیے ضوابط مقرر کیے ہیں۔ چناں چہ امام موصوف نے یہ تعیین کردی کہ سیرت میں انہی باتوں کا ذکر ہوگا جن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق ہے اور ان باتوں کا ذکر نہیں ہوگا جن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق نہیں ہے، لہٰذا ابن ہشام کو اصطلاح سیرت کی وضاحت کرنے کے حوالے اوّلیت حاصل ہوگی۔ کتاب سے غیر متعلقہ چیزیں نکالنے سے نہ صرف کتاب مختصر ہوئی بلکہ کتاب کا عنوان، کتاب کے مضامین کے مطابق ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مضامین سیرت کے لیے مغازی کے بجائے سیرت کی اصطلاح متعارف ہوئی۔ اسی امتیازی خصوصیت کی بنا پر ابن اسحاق کی سیرت 'سیرت ابن ہشام' سے معروف ہوئی، اور ابن ہشام اس عمدہ اسلوب کی طرح ڈالنے کی بنا پر اُس وقت سے اب تک کے سیرت نگاروں کے لیے مقتدا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف عنوان کتاب بلکہ منہج و اسلوب میں بھی ان کی اقتدا کی جاتی ہے۔

امام بخاری:

حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں امام بخاری کا سیرت کے واقعات بیان کرنے میں منہج بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

Marfat.com

فانه يظهر من تصرفه انه قصد به سياق ترجمة النبويةبان يجمع فيه امور النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المبدا الی المنتهی، فبدا بمقدماتها من ذكر ما يتعلق بالنسب الشريف فذكر اشياء تتعلق بالانساب ومن ثم ذكر امورا تتعلق بالقبائل،ثم النهی عن دعوی الجاهلية، لان معظم فخرهم كان بالانساب ثم ذكر صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشمائله ومعجزاته، واستطرد منها لفضائل اصحابه،ثم اتبعها باحواله قبل الهجرة وما جری له بمكة فذكر المبعث،ثم اسلام الصحابة وهجرة الحبشة والمعراج ووفود الانصار والهجرة الی المدينة، ثم ساق المغازی علی ترتيبها عنده ثم الوفاة۔ (۴۶)

امام بخاری کے طرز بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امور جمع کرنے کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی بیان کرنا ہے۔ ترجمۃ النبویہ کے مقدمات سے ابتدا کرتے ہوئے نسب مبارک سے متعلق باتوں کا ذکر کیا، چناں چہ ایسی اشیا کا تذکرہ کیا جن کا تعلق نسب سے تھا، پھر قبائل سے متعلقہ امور کا ذکر کیا، اس کے بعد جاہلیت کے دعویٰ سے نہی کی بات کی، اس لیے کہ انساب ہی ان کے نزدیک سب سے بڑی فخر کی چیز تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت، شمائل اور معجزات کا ذکر کیا، صحابہ کے احوال بیان کرنے کے بعد ہجرت سے پہلے کے احوال اور مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور پھر بعثت کا

Marfat.com

ذکر کیا، اس کے بعد صحابہ کا اسلام لانا، حبشہ کی طرف ہجرت، معراج، انصار کے وفود، مدینہ کے طرف ہجرت، اور اپنی ترتیب کے مطابق مغازی، اور پھر وصال کا ذکر کیا۔

امام بخاری کے منہج سے درج ذیل دو باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے جن میں سے ہر بات سیرت کی اصطلاح کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے:

۱۔ امام بخاری نے سیرت کے واقعات میں ترتیب زمانی کا لحاظ رکھا۔
۲۔ سیرت کے مضامین اور مضامین کے ملحقات کی تعیین کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

حاکم نیسابوری:

''معرفۃ علوم الحدیث'' میں بیان کرتے ہیں:

النوع الثامن والاربعين من علوم الحديث: هذا النوع من هذه العلوم معرفة مغازى رسول الله صلى الله عليه وسلم وسراياه وبعوثه وكتبه إلى ملوك المشركين ومايصح من ذلك ومايشذ، وما ابلى كل واحد من الصحابة فى تلك الحروب بين يديه ومن ثبت ومن هرب ومن جبن عن القتال ومن كر ومن تدين بنصرته صلی اللہ علیہ وسلم ومن نافق وكيف قسم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الغنائم، ومن زاد ومن نقص، وكيف جعل سلب القتيل بين الاثنين والثلاثة، وكيف اقام الحدود فى الغلول، وهذه انواع من العلوم التى لا يستغنى عنها عالم۔ (۴۷)

Marfat.com

اڑتالیس ویں نوع کا بیان: علومِ حدیث کی اس نوع میں رسول اللہ ﷺ کی معرکہ آرائیوں، فوجی دستوں، فرستادوں، اور مشرکین میں سے سربرآوردہ لوگوں کے نام آپ ﷺ کی خط وکتابت کا جاننا اور اس سلسلے میں "صحیح" اور "شاذ" روایات کا پہچاننا پیش نظر ہوتا ہے، اور یہ بھی کہ ان غزوات میں آپ کے سامنے صحابہ میں سے ہر ایک نے کیا کارنامہ انجام دیا، کون ثابت قدم رہا، کس نے راہِ فرار اختیار کی، اور کس نے دین پر عمل کر کے آپ ﷺ کی نصرت کی، اور کون منافق تھا، اور رسول اللہ ﷺ نے اموالِ غنیمت کو کیسے تقسیم فرمایا، کس کو زیادہ دیا، کس کو کم دیا، اور دو، تین مجاہدین کے مابین ایک مقتول سے چھینے گئے سامان کی تقسیم سے متعلق کیا فیصلہ فرمایا، اور مالِ غنیمت میں خیانت کی صورت میں حد کیسے جاری کی۔
علومِ حدیث کی یہ قسم اس قدر اہم ہے کہ کوئی صاحبِ علم اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا ہے۔

امام حاکم کی ذکر کردہ تعریف کو مغازی اور ملحقاتِ مغازی کی تعریف کہنا زیادہ بہتر ہوگا بہ جائے اس کے کہ اسے صرف مغازی کی تعریف کہا جائے، اس لیے کہ تعریف میں ذکر کردہ بعض اجزا ایسے ہیں کہ مغازی کا لفظ بولتے ہی ذہن فوراً ان اجزا کی طرف چلا جاتا ہے، جب کہ بعض اجزا کی یہ کیفیت نہیں ہے، اس لیے ان اجزا کو ملحقاتِ مغازی کہنا انسب ہوگا۔

Marfat.com

متوسطین (۵تا۱۰/صدی ہجری)

جمال الدین المزی:

حافظ مزی نے ''تہذیب الکمال'' کی ابتدا میں اختصار کے ساتھ سیرت النبی کے مضامین کو انتہائی عمدہ اور جامع انداز میں پیش کیا ہے، سیرت النبی کی یہ مختصر کتاب ابوالعباس عبداللہ بن محمد الناشی کے ۷۷/اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدے اور درج ذیل پندرہ فصول پر مبنی ہے:

۱۔ فی نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ فی مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ فی اسمائہ

۴۔ فی نشاتہ و مجمل حیاتہ

۵۔ فی اولادہ

۶۔ فی حججہ وعمرہ

۷۔ فی عدد غزوتہ وسرایاہ

۸۔ فی کتابہ ورسلہ

۹۔ فی اعمامہ و عماتہ

۱۰۔ فی ازواجہ رضی اللہ عنھن

۱۱۔ فی خدمہ

۱۲۔ فی موالیہ وامائہ

Marfat.com

۱۳۔ فی افراسه و دوابه وسلاحه

۱۴۔ فی صفته و اخلاقه

۱۵۔ فی معجزاته (۴۸)

ان فصول کے عناوین کو جمع کر لیا جائے تو حافظ مزی کے نزدیک سیرت کے اصطلاح کے معنی کی مکمل طور پر وضاحت ہو جائے گی۔

ابن سید الناس:

ابن سیّد الناس ''عیون الاثر'' کے مقدمہ میں کتاب میں درج کیے جانے والے مضامین کے بارے میں لکھتے ہیں:

وضمنتها كثيرا مما انتهى الى من نسب سيدنا ونبينا محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ،ومولده ،ورضاعه، وفصاله،واقامته فى بنى سعد، وما عرض له هنالك من شق صدر وغيره، ومنشئه وكفالة عبد المطلب جده اياه الى ان مات ،وانتقاله الى كفالة عمه ابى طالب بعد ذالك،وسفره الى شام ورجوعه منه، وما وقع له فى ذالك السفر من اظلال الغمامة اياه، واخبار الكهان والرهبان عن نبوته ،وتزويجه خديجة عليها السلام، ومبدا البعث النبوة ونزول الوحى، وذكر قوم من السابقين الاولين فى الدخول فى الاسلام، وما كان من الهجرتين الى ارض الحبشة، وانشقاق القمر، وما عرض له

Marfat.com

بمكة من الحصار بالشعب، وامر الصحيفة، وخروجه الى الطائف، ورجوعه بعد ذالك الى مكة، وذكر العقبة، وبدء اسلام الانصار، والاسراء والمعراج، وفرض الصلاة، واخبار الهجرة الى المدينة، ودخوله عليه الصلاة و السلام المدينة، ونزوله حيث نزل، وبناء المسجد، واتخاذ المنبر، وحنين الجذع، ومغازيه وسيره وبعوثه، وما نزل من الوحى فى ذالك، وعمره، وكتبه الى الملوك، واسلام الوفود، وحجة الوداع، ووفاته صلی اللہ علیہ وسلم، و غير ذالك۔

ثم اتبعت ذالك بذكر اعمامه وعماته وازواجه واولاده وحليته وشمائله وعبيده وامائه ومواليه وخيله وسلاحه ،وما يتصل بذالك مما ذكر العلماء فى ذالك على سبيل الاختصار والايجاز سالكا فى ما اقتضاه التاريخ من ايراد واقعة بعد اخرى۔ (۴۹)

مَیں نے اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے نسب، جائے ولادت، زمانہ رضاعت اور فصال، اور آپ ﷺ کا بنو سعد میں قیام کرنا اور اس دوران شق صدر اور دیگر واقعات کا پیش آنا، حضرت عبد المطلب کا اپنی وفات تک آپ ﷺ کی کفالت کرنا اور پھر آپ کا اپنے چچا ابو طالب کی زیر کفالت آنا، شام کا سفر اور وہاں سے واپسی، دورانِ سفر بادلوں کا آپ پر

Marfat.com

سایہ کرنا، کاہنوں اور راہبوں کا آپ کی نبوت کے بارے میں خبر دینا، آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ علیہا السلام سے شادی کرنا، بعثت، نبوت اور نزول وحی کی ابتدا، اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے والے لوگوں کا ذکر، سرزمین حبشہ کی طرف ہونے والی دونوں ہجرتوں کا بیان، چاند کے دوٹکڑے کرنے کا معجزہ، مکہ میں شعب ابی طالب میں حصار کا واقعہ اور پھر معاہدے والے صحیفے کا معاملہ، طائف کی طرف جانا اور وہاں سے مکہ واپس آنا، بیعت عقبہ کا ذکر، انصار کے اسلام لانے کی ابتدا، اسرا اور معراج، نماز کا فرض ہونا، مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں معلومات، آپ ﷺ کا مدینہ میں داخل ہونا، مدینہ کی زمین کو آپ کی قدم بوسی کا شرف، مسجد نبوی کی تعمیر، منبر کا بنانا، لکڑی کے تنے کی آہ و بکا، سیر ومغازی اور بعوث کا بیان، اس دوران وحی کا نزول، آپ ﷺ کا عمرہ کرنا، بادشاہوں کی طرف خطوط لکھنا، وفود کا اسلام لانا، حجۃ الوداع اور نبی ﷺ کے وصال اور دیگر امور کے متعلق بہت سی معلومات ذکر کی ہیں۔

ان مضامین کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کے چچا، پھوپھیاں، ازواج مطہرات، آپ ﷺ کی اولاد، آپ ﷺ کی صفات، اخلاق، شمائل، آپ کی غلام، باندیاں اور آزاد کردہ غلام، گھوڑے اور اسلحہ، اور ان چیزوں کے متعلقات جن کو علما نے بیان کیا ہے، اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترتیب زمانی کے مطابق ذکر کی ہیں۔

Marfat.com

قاسم بن عبدالله القونوی الحنفی:

السیر: جمع سیرۃ وھی الحالۃ من السیر کالجلسۃ والرکبۃ للجلوس والرکوب ،ثم نقلت الی معنی الطریق والمذھب، ثم غلبت فی لسان الشرع علی امور المغازی لان اول امرنا السیر الی العدو، وان المراد بھا سیرالامام ومعاملاتہ مع الغزاۃ والانصار ومع العداۃ والکفار۔ (۵۰)

سیر، سیرت کی جمع ہے اوراس کا معنی چلنے کی حالت ہے، جیسا کہ جلسہ اور رِکبہ کا معنی بیٹھنے اور سوار ہونے کی حالت ہے، پھر طریق اور مذہب کی طرف انتقالِ معنی ہوا، اور شریعت کی اصطلاح میں اس کا عمومی اطلاق مغازی کے معاملات پر ہوتا ہے، اس لیے کہ مغازی میں سب سے پہلا کام دشمن کی طرف چلنا ہوتا ہے، اوراس سے مراد امام کا چلنا اور غازیوں، مددگاروں اور دشمن، کفار کے ساتھ امام کے معاملات ہیں۔

متاخرین (۱۰ رویں صدی تا عصر حاضر)

شاہ عبد العزیز دھلوی:

وآں چہ متعلق بوجود باجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام وآلِ عظام اوست از ابتدائے تولد آں جناب تا غایت وفات آں را سیرت نامند، سیرۃ ابن اسحاق وسیرۃ ابن ہشام وسیرۃ ملا عمر ودیگر کتب بسیار دریں باب مصنف شدہ۔ (۵۱)

Marfat.com

اور وہ (احادیث) جو پیغمبر ﷺ کی پیدائش سے وفات تک آپ ﷺ کے متعلق، صحابہ کرام اور آل عظام کے متعلق ہیں سیرت کہلاتی ہیں۔ سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، سیرت ملا عمر اور بہت سی کتب اس باب میں لکھی گئی ہیں۔

مولانا ادریس کاندھلوی:

آں حضرت ﷺ کی اصل سیرت تو پوری حدیث ہے، لیکن متقدمین کی اصطلاح میں فقط غزوات اور سرایا کے حالات اور واقعات کے مجموعے کو سیرت کہتے تھے لیکن اس زمانہ میں سیرت کا اطلاق سوانح عمری پر کیا جاتا ہے۔ (۵۲)

مولانا عبد الشکور لکھنوی:

یہ لفظ (سیرۃ) جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے آں حضرت ﷺ کی سیرت یعنی آپ کے اقوال وافعال واحوال مراد ہوتے ہیں۔ سیرت کے یہی اصلی معنی ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے قرآن مجید کو آں حضرت ﷺ کی سیرت پر متضمن کہا جاتا ہے۔ اور اسی معنی کے اعتبار سے تمام کتب حدیث سیرت کہی گئی ہیں۔ (۵۳)

الدکتور عبد الرزاق ہرماس:

تعرف السيرة بانها: العلم الذى تدرس فيه حياة رسول الله عليه الصلاة والسلام من مولده الى وفاته،مع التعريف

Marfat.com

باصوله، و نسبه، ونشاته، وبعثته، ومعجزاته، ودعوته، واخلاقه، وجهاده۔ (۵۴)

علم سیرت میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے احوال، آپ کے آباؤاجداد، نسب، پرورش، بعثت، معجزات، دعوت وتبلیغ، آپ ﷺ کے اخلاق اور جہاد سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

الدکتور محمد بن صامل السلمی:

هی دراسة حیاة النبی ﷺ واخباره واخبار اصحابه علی الجملة، وبیان اخلاقه وصفاته وخصائصه ودلائل نبوته واحوال عصره۔

سیرت' نبی ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کے احوال، من جملہ آپ کے صحابہ کے احوال، آپ ﷺ کے اخلاق، صفات، خصائص، نبوت کے دلائل اور آپ ﷺ کے زمانہ کے احوال کا علم ہے۔

تعریف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فالسیرة النبویه تشمل کل ما یتعلق بالنبی ﷺ واحوال عصره، واخبار اصحابه؛ لان السیرة هی: فعله ﷺ واقراره لفعل اصحابه رضی الله عنهم۔ (۵۵)

لہذا سیرت نبوی میں ہر وہ چیز داخل ہوگی جس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، آپ ﷺ کے زمانہ کے حالات کے ساتھ اور آپ کے صحابہ کے

Marfat.com

احوال کے ساتھ ہو، اس لیے کہ سیرت آپ ﷺ کا فعل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل کی بارگاہ نبوت سے توثیق ہے۔

الدکتور محمد یسری:

فالسیرۃ ھی ذکر وقائع حیاتہ ﷺ من یوم مولدہ الی یوم وفاتہ، وطریقتہ فی جمیع امرہ، وبیان دعوتہ، ومعجزاتہ۔ (۵۶)

سیرت، رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے وصال تک کی زندگی کے واقعات کا ذکر، معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار، دعوت و تبلیغ کا بیان اور معجزات کے بیان کا نام ہے۔

الدکتور یاسر بن احمد نور:

"السیرۃ" تعنی لغۃ الطریقۃ ،وفی الاصطلاح تعنی الحقبۃ التاریخیۃ التی تدرس حیاۃ الرسول ﷺ واحوالہ۔ (۵۷)

سیرت کا لغوی معنی طریقہ ہے، اور اصطلاح میں اس سے مراد تاریخ کا وہ حصہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور احوالِ مبارکہ کا ذکر ہوتا ہے۔

محمد سرور بن نایف:

فالسیرۃ اِذن: اقوال الرسول ﷺ وافعالہ، وھی ضرب من التاریخ...تاریخ لحیاۃ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ منذ ولادتہ وحتی وفاتہ۔ (۵۸)

Marfat.com

سیرت' رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال ہیں، اور یہ ایک قسم کی تاریخ ہے، خاتم الانبیا والمرسلین ﷺ کی پیدائش سے وفات تک آپ ﷺ کی زندگی کی تاریخ۔

الدکتور محمود محمد الطناحی:

ان المقصود بمصطلح "السیرۃالنبویہ" ھو ما یتصل بسیدنا المصطفی ﷺ، من حیث الحدیث عن نسبه الشریف، ومولده ونشاته ،وبعثته،وصفاته،وتصرف احواله الی ان لقی ربه راضیا مرضیابعد ان بلغ الرسالة وادی الامانة، وترك امته علی مثل المحجة البیضاء،فهذا هو الاصل فی مصطلح السیرة النبویه لکنه قد استعمل ایضا مضافا الیه حدیث المغازی والحروب التی خاضها ﷺ، لاعلاء کلمة الله فی الارض، فصار هذان المصطلحان یتعاقبان علی موضوع واحد۔ (۵۹)

سیرت نبویہ کی اصطلاح سے مراد وہ مضامین ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہو، جیسے آپ ﷺ کے نسب مبارک، ولادت اور پرورش، بعثت، صفات، اور وصال مبارک تک کے مختلف احوال کہ آپ رسالت کی تبلیغ اور امانت کے ادا کرنے کے بعد اپنے رب کے حضور اس حال میں پیش ہوئے کہ دونوں ایک دوسرے سے راضی تھے۔ اور اپنی امت کو

Marfat.com

صراط مستقیم پر چھوڑ گئے تھے۔ اور یہی سیرت نبوی کی اصطلاح کا اصل معنی ہے۔ البتہ کبھی اس کا اطلاق اُن مغازی پر بھی ہو جاتا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے زمین میں اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے حصہ لیا۔ اور ان دونوں اصطلاحوں کا ایک موضوع کے لیے اطلاق ہوتا رہتا ہے (یعنی کبھی سیرت پر مغازی کا، اور مغازی پر سیرت کا)۔

الدکتور سعد المرصیفی:

فانها یراد بها التعرف علی حیاة الرسول ﷺ منذ ظهور الارهاصات التی مهدت لرسالته...... ومولد الرسول ﷺ، ونشاته، حتی مبعثه ...... وما جاء بعد ذالك من دعوة الناس الی (الدین القیم)...... وما لقی فی سبیل نشر هذا الدین من معارضة، وما جری بینه ﷺ وبین من عارضوه من صراع بالبیان و السنان، وذکر من استجاب له ﷺ، حتی علت رایة الحق و اضائت شعلة الایمان۔ (٦٠)

علم سیرت کے مراد آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں معلومات ہیں، جن کی ابتدا ارہاصات سے ہوتی جو آپ ﷺ کی رسالت کی تمہید ہیں پھر آپ ﷺ کی ولادت، پرورش سے بعثت تک کے احوال، اور بعثت کے بعد لوگوں کو دین قیم کی طرف دعوت دینا، اور اشاعت دین کے راستے میں پیش آنے والی رکاوٹیں، اور معارضین کے ساتھ زبانی

Marfat.com

گفتگو اور مسلح جنگیں، اور اُن حضرات کا ذکر جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا یہاں تک کہ حق کا جھنڈا بلند ہو گیا، اور ایمان کی لو روشن ہو گئی۔

خلاصہ

علم سیرت کے مختلف اجزا ہیں، جن میں مغازی، شمائل، دلائل، خصائص، اور دیگر مضامین شامل ہیں۔ متقدمین کے زمانے میں سیرت کے ہر جز پر مستقل حیثیت سے جمع و تدوین اور تصنیف و تالیف کا کام ہوا ہے، اور ہر موضوع کے ساتھ اس کے ملحقات و متعلقات کو بھی درج کیا گیا ہے، جیسا کہ حاکم نیشاپوری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مغازی کی وضاحت کرتے ہوئے صرف غزوات پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ غزوات سے متعلقہ تمام معاملات کو بھی درج کیا ہے، اگرچہ ابتدائی زمانہ میں مغازی کی روایات کو خاص اہمیت حاصل تھی، لیکن اصحاب المغازی مغازی کے علاوہ سیرت کے دیگر مضامین سے متعلق روایات بھی نقل کرتے تھے، مغازی سے پہلے غزوات کے لیے مشاہد کا لفظ استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ''صحیح بخاری'' کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی بعض المشاھد وقد دمیت اصبعه، فقال:

هل انت الا اصبع دمیت
وفی سبیل اللہ ما لقیت (۶۱)

غزوات اور غزوات سے متعلقہ معاملات کے لیے مشاہد کی بہ جائے مغازی کا

Marfat.com

لفظ وسیع بھی ہے اور مدلول پر پوری دلالت بھی کرتا ہے شاید اسی بنا پر غزوات کے لیے مغازی کا لفظ عام ہوا، اور ایسی ہی صورت حال لفظِ سیرت اور لفظ مغازی کے مابین ہے، ابتداءً مغازی کے تحت مغازی کے واقعات ہی درج ہوتے تھے، لیکن مرور زمانہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ دیگر معلومات بھی مغازی کے ساتھ شامل ہونے لگی، اور چوں کہ لفظ سیرت کے اطلاق میں لفظِ مغازی کے اطلاق سے زیادہ وسعت تھی، لہٰذا ان معلومات کے مجموعہ کے لیے سیرت کی اصطلاح وجود میں آئی، اور ابن ہشام اس اصطلاح کے پہلے ضابط کے طور پر سامنے آئے، جب کہ متوسطین سیرت نگاروں نے ابن ہشام کے ضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ اُن معلومات کو یک جا کرنے کی کاوش کی جو کہ متقدمین کی کتب میں منتشر تھیں۔

متاخرین سیرت نگاروں کے سامنے علم سیرت ایک مکمل علم کی صورت میں سامنے آچکا تھا، لیکن اس کے باوجود سیرت کی اصطلاح کی تعریف میں اُن کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، اور اس اختلاف کی وجہ سیرت کی تعریف میں تعریف کے پورے اجزا کا مذکور نہ ہونا ہے، جس کی بنا پر سیرت کی تعریف جامع مانع نہیں رہتی۔ سیرت کی تعریف کے جامع مانع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ سیرت کے درج ذیل اجزا کو تعریف میں ذکر کیا جائے:

۱۔ ارہاصات سے وفات تک کے احوال

۲۔ فضائل و شمائل

۳۔ دلائل و معجزات

Marfat.com

۴۔ اخلاق کریمہ، اوصاف حمیدہ

۵۔ من جملہ ازواج مطہرات، اصحاب اور اولاد رضی اللہ عنہم اور خاندان کا ذکر

۶۔ من جملہ ناصرین اور معاندین کا ذکر

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ جان دار اور غیر جان دار اشیا کا ذکر

۸۔ سیر، مغازی، بعوث، اور دیگر اسفار

۹۔ مندرجہ بالا کے ملحقات اور متعلقات

لٰہذا علم سیرت کی تعریف کچھ اس طرح ہوگی:

علم سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارہاصات سے وفات تک کے احوال، فضائل و شمائل، دلائل و معجزات، اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ، من جملہ ازواج مطہرات، اصحاب اور اولاد اور خاندان کا ذکر، من جملہ ناصرین اور معاندین کا ذکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ جاندار اور غیر جان دار اشیا کا ذکر، سیر و مغازی اور بعوث، دیگر اسفار اور ذکر کردہ مضامین کے ملحقات اور متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) الجوہری، اسماعیل بن حماد ،الصحاح (تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ)، بیروت: دارالعلم للملایین،1995ء،۱/۲۷۸

(۲) الازہری، ابومنصور محمد بن احمد، تہذیب اللغہ ،مصر: دارالمصر یہ،س ن،۴/۴۰۵

(۳) ابن منظور، جمال الدین ابو الفضل، لسان العرب، بیروت: داراحیاء التراث، ۱۹۹۹ء، ۳/۷۶

(۴) زبیدی، محمد مرتضی الحسینی، تاج العروس، کویت: مطبع حکومۃ کویت، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ۵/۲۰۸

(۵) ابن صلاح، ابوعمرو عثمان بن عبد الرحمٰن، معرفۃ انواع علم الحدیث، بیروت: دارالکتب العلمیہ،۲۰۰۲ء، ص۱۱۶

(۶) ابن تیمیہ، تقی الدین احمد الحرانی، مجموعۃ الفتاویٰ، مصر: دارالوفاء، 2005ء، ۱۸/۸

(۷) الطیبی، شرف الدین الحسین، الکاشف عن حقائق السنن، ریاض: مکتبۃ نزار مصطفیٰ، ۱۹۹۷ء، ۲/۳۷۱

(۸) ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، دمشق: مطبعۃ الصباح، ۲۰۰۰ء، ص ۴۱

(۹) ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، فتح الباری، بیروت: دارالمعرفہ، س ن، ۱/۱۹۳

(۱۰) سیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر، تدریب الراوی، ریاض: دارالعاصمہ، ۱۴۲۳ھ، ۱/۴۲

(۱۱) الصنعانی، محمد بن اسماعیل الامیر الحسنی، توضیح الافکار، مدینہ منورہ: المکتبۃ السلفیہ، س ن، ۱/۳

Marfat.com

(۱۲) الجزائری، طاہر الدمشقی، توجیہ النظر الی اصول الاثر، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۹۹۵ء، ص ۴۰

(۱۳) لکھنوی، محمد عبدالحی، ظفر الامانی بشرح مختصر الجرجانی، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۴

(۱۴) ابوشہبہ، محمد بن محمد، الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث، جدہ: عالم المصر فی، س ن، ص ۱۵

(۱۵) الازہری، ابومنصور محمد بن احمد، تہذیب اللغہ، ۱۲/ ۲۹۸

(۱۶) احمد بن حنبل، مسند احمد، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۵ء، ۳۱/ ۴۹۴، رقم الحدیث: ۱۹۱۵۶

(۱۷) ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، ۶/ ۱۳۹۸-۳۹۹

(۱۸) فیروزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲۰۷

(۱۹) زبیدی، محمد مرتضی الحسینی، تاج العروس، ۳۵/ ۲۳۰-۲۳۲

(۲۰) جصاص، احمد بن علی الرازی، الفصول فی الاصول، کویت: وزارۃ الاوقاف، ۱۹۹۴ء، ۳/ ۲۳۵

(۲۱) خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، الفقیہ والمتفقہ، ریاض: دار ابن الجوزی، ۱۹۹۶ء، ۱/ ۲۵۷

(۲۲) سرخسی، احمد بن ابی سہل، اصول السرخسی، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء، ۱/ ۱۳

(۲۳) آمدی، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/ ۲۲۷، ریاض، دار الصمیعی، ۲۰۰۳ء

(۲۴) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، التحریر فی اصول الفقہ، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۱ھ، ص ۳۰۳

(۲۵) ابن قطلوبغا، زین الدین قاسم، خلاصۃ الافکار شرح مختصر المنار، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۹۹۳ء، ص ۱۲۰

Marfat.com

(۲۶) ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، فتح الغفار بشرح المنار، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء، ۲/ ۷۱
(۲۷) النملہ، عبدالکریم بن علی الدکتور، المہذب فی اصول الفقہ المقارن، ریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۹۹۹ء، ۲/ ۶۳۴
(۲۸) ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، ۶/ ۴۵۳
(۲۹) ابن فارس، ابوالحسین احمد، معجم مقاییس اللغہ، بیروت: دارالفکر، س ن، ۳/ ۱۲۰
(۳۰) ابن فارس، ابوالحسین احمد، معجم مقاییس اللغہ، ۳/ ۳۹۸
(۳۱) ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، ۸/ ۴۰
(۳۲) الرعد: ۱۷
(۳۳) ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، ۸/ ۳۹
(۳۴) الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح (تاج اللغہ وصحاح العربیہ)، ۴/ ۱۵۱۳
(۳۵) ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، ۸/ ۱۵۵
(۳۶) ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، ۱۵/ ۱۷۰
(۳۷) ابن ہشام، ابوعبداللہ محمد عبداللہ جمال الدین بن یوسف ابن احمد بن عبداللہ بن ہشام الانصاری، اوضح المسالک الی الفیۃ ابن مالک، بیروت: المکتبۃ العصریہ، س ن، ۳/ ۲۴۱
(۳۸) لکھنوی، مولانا محمد عبدالشکور، مختصر سیرت نبوی، اردو بازار لاہور: المکتبۃ العربیہ، س ن، ص ۷
(۳۹) البزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی، البحر الزخار المعروف بمسند بزار، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۸ء، مسند فلتان بن عاصم، رقم الحدیث: ۳۷۰۰، ۹/ ۱۴۴، ۱۴۵
(۴۰) مرزوک، عبدالرزاق، المنہج النقدی لتصنیف السیرۃ النبویہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، مصر، غیر مطبوعہ
(۴۱) تھانوی محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون، بیروت: مکتبہ لبنان، ۱۹۹۶ء، ۱/ ۹۹۸

Marfat.com

(۴۲) ابن فارس، ابوالحسین احمد، معجم مقاییس اللغہ، ۳/۱۲۰
(۴۳) تھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون، ۱/ ۹۹۸
(۴۴) ابن فارس، ابوالحسین احمد، معجم مقاییس اللغہ، ۳/۱۲۱
(۴۵) ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک، سیرۃ النبی، طنطا: دارالصحابۃ للتراث، ۱۹۹۵ء، ۱/ ۴۰۔۴۱
(۴۶) ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، المکتبۃ السّلفیہ، س ن، ۶/ ۵۲۶
(۴۷) النیسابوری، ابوعبد اللہ محمد بن عبداللہ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت: دار ابن حزم، ۲۰۰۳ء، ص ۶۳۶
(۴۸) مزی، جمال الدین ابوالحجاج یوسف، تہذیب الکمال، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۴ء، ۱/۱۷۴
(۴۹) ابن سید الناس، محمد بن محمد بن محمد بن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل و السیر، بیروت: دارابن کثیر، س ن، ۱/۵۲
(۵۰) القونوی: قاسم بن عبداللہ الرومی الحنفی، انیس الفقہاء، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء، ص ۶۴
(۵۱) دہلوی، شاہ عبدالعزیز، عجالۂ نافعہ، مترجم وشارح: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، کراچی: مکتبۃ الکوثر، ۲۰۱۲ء، ص ۷۹
(۵۲) کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، دہلی: فرید بک ڈپو، ۱۹۹۹ء، ۱/۳
(۵۳) لکھنوی، مولانا محمد عبدالشکور، مختصر سیرت نبوی، ص ۷۔۸
(۵۴) عبدالرزاق ہرماس، مصادر السیرۃ النبویہ بین المحدثین والمورخین، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳
(۵۵) السلمی، محمد بن صامل، السیرۃ النبویہ، ریاض: دارابن الجوزی، ص ۸
(۵۶) محمد یسری، التجدید فی عرض السیرۃ النبویہ، قاہرہ: دار الیسر، ۲۰۰۹ء، ص ۱۴
(۵۷) یاسر بن احمد نور، مصادر السیرۃ النبویہ بین المحدثین والمورخین، ۲۰۰۷ء، ص ۹۵

Marfat.com

(۵۸) محمد سرور بن نایف، دراسات فی السیرۃ النبویہ، برمنگھم: دارالارقم، ۱۹۸۸ء، ص ۴۳

(۵۹) الطناحی، الدکتور محمود محمد، الموجز فی مراجع التراجم والبلدان والمصنفات وتعریفات العلوم ص ۴۲۔۴۴، قاہرہ: المکتبۃ الخانجی، ۱۹۸۵ء

(۶۰) الرصیفی، سعد، الجامع الصحیح للسیرۃ النبویہ، قاہرہ: دارابن کثیر، ۲۰۰۹، ۱/۱۵

(۶۱) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب من ینکب فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۲۸۰۲، بیروت: دارالفکر

Marfat.com

Marfat.com

فصل دوم:

سیرت کی حدیث، سنت اور تاریخ سے نسبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ علوم کا سرچشمہ تھی، لہٰذا علومِ الٰہی آپ ہی کے سینۂ اطہر کے توسط سے امت تک پہنچے۔ ابتدا میں علومِ نبوت وحی متلو اور وحی غیر متلو پر مشتمل تھے۔ اس تنوع کی بنا پر التباس سے بچنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه۔ (1)

مجھ سے نہ لکھو، اور جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے لکھا ہے وہ اسے مٹادے۔

اس پابندی کی علت التباس کا اندیشہ تھا، لہٰذا علت کے ختم ہونے کی بنا پر پابندی بھی ختم ہوگئی۔

جمع قرآن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین، افعال، احوال غرضے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے تعلق رکھنے والی ہر شے کو محفوظ کر لیا گیا۔ اور اس سلسلے میں بشری طاقت صرف کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی، چناں چہ انہی کاوشوں کی بنا پر حدیث، سنت، اور سیرت جیسی مصطلحات اور علوم وجود میں آئے۔ مصطلحاتِ ثلاثہ میں سے چوں کہ ہر ایک کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے ہے، اس لیے بسا اوقات

Marfat.com

ایک دوسرے پر ان کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، اگرچہ فنی اعتبار سے علوم ثلاثہ میں سے ہر علم کا اپنا خاص موضوع اور غرض و غایت ہے۔ علم حدیث کا موضوع سند اور متن ہے اور محدثین سند اور متن سے قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے بحث کرتے ہیں یعنی یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں اور اگر ثابت ہے تو ثبوت کس درجے کا ہے، اس بات کو قاضی عبدالرؤف دانا پوری ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

محدثین رحمہم اللہ کا مدارِ بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں، اُن کی تمام تر توجہ اِس تحقیق میں صرف ہوتی ہے کہ اِس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ (۲)

سنت کی اصطلاح کو فقہا بھی استعمال کرتے ہیں اور محدثین بھی، اصول الفقہ اور علم العقائد کے علما کے ہاں بھی سنت کی اصطلاح مستعمل ہے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔ قابل تحقیق بات یہ ہے کہ کیا سنت کی اصطلاح، صحابہ، فقہا، اصولیین، متکلمین اور محدثین کے ہاں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتی ہے یا مختلف معانی میں۔ اور اگر استعمال مختلف ہے تو قدرِ مشترک کیا ہے، جس کی بنا پر مختلف علوم کے علما اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کا اطلاق جن معانی میں کرتے تھے اُن کی چند امثلہ درج ذیل ہیں:

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: من السُّنّة أن لا یحرم بالحج الا فی اشھر الحج۔ (۳)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: سنت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ہی حج کا احرام باندھے۔

عن انس، قال: من السُّنّة اذا تزوج البکرعلی الثیب اقام عندھا سبعا وقسم، واذا تزوج الثیب علی البکر اقام عندھا ثلاثًا ثم قسم۔ (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ جب ثیبہ کے بعد باکرہ سے شادی کی جائے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرے، پھر باری مقرر کرے، اور جب باکرہ کے بعد ثیبہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے، پھر باری مقرر کرے۔

ان علیًّا رضی اللہ عنہ قال: من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلاۃ تحت السرۃ۔ (۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

عن علی بن ابی طالب، قال: من السنة ان تخرج الی العید ماشیا و ان تاکل شیئاقبل ان تخرج۔ (۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سنت میں سے ہے کہ تو عید کی نماز کے لیے پیدل نکلے اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالے۔

عن ابی عبدالرحمن السلمی، قال: کنا اذا رکعنا جعلنا

Marfat.com

ایدینا بین افخاذنا، فقال عمر رضی اللہ عنہ: ان من السنة الاخذ بالرکب۔ (۷)

ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب ہم رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیتے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت گھٹنوں کو پکڑنا ہے۔

درج بالا اقوالِ صحابہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کام کے شرعی طریقہ پر سنت کا اطلاق کرتے تھے۔

اصولِ فقہ میں سنت دلیلِ ثانی ہے، کیوں کہ فقہا سنت سے احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ علم فقہ میں بھی سنت حکم شرعی کا ایک درجہ ہے جیسا کہ گذشتہ فصل میں سنت کی تعریفات سے یہ بات واضح ہے۔ ائمہ اعتقاد کے ہاں سنت کا اطلاق مسائل اعتقادیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوتا ہے، اور اس طریقے کے خلاف کو بدعت کہا جاتا ہے۔

ابن رجب حنبلی ''کشف الکربہ فی وصف اہل الغربہ'' میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول استوصوا باهل السنة خيرا، فانهم غرباء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومراد هؤلاء الائمة بالسنة طريقه النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی كان عليها هو واصحابه السالمة من الشبهات والشهوات۔

ان ائمہ کے نزدیک سنت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ ہے جو خواہشات اور شبہات سے پاک ہے۔

Marfat.com

پھر سنت کی تعریف میں علما کا عرف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السنة عبارة عما سلِم من الشبهات فی الاعتقادات خاصة فی مسائل الایمان بالله، وملائكته، وكتبه، واليوم الآخر وكذالك فی مسائل القدر و فضائل الصحابة۔ (۸)

سنت شبہات سے پاک اعتقادات کا نام ہے، خاص طور پر یومِ آخرت، کتابوں، فرشتوں اور اللہ پر ایمان لانے کے مسائل میں، اور اسی طرح فضائل صحابہ اور تقدیر کے مسائل میں۔

امام لالکائی ''شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ'' میں سنت کے بارے میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

السنة عشرة، فمن كن فيه فقد استكمل السنة، ومن ترك منها شيئاً فقد ترك السنة: اثبات القدر، وتقديم ابی بكر و عمر، والحوض، والشفاعة، والميزان، والصراط، والايمان قول وعمل، والقرآن كلام الله، وعذاب القبر، والبعث يوم القيامة، و لا تقطعوا بالشهادة علی مسلم۔ (۹)

سنت دس چیزیں ہیں، جس شخص میں یہ موجود ہوں اس نے سنت کاملہ کا حصول کرلیا، اور جس نے ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی اس نے سنت کو چھوڑ دیا: تقدیر کا ثبوت، تفضیل شیخین، حوض، شفاعت، میزان، پل صراط، ایمان کا قول اور عمل کو شامل ہونا، قرآن کا کلام اللہ ہونا، عذابِ قبر،

Marfat.com

قیامت کے دن اٹھائے جانا، اور مسلمان کے بارے میں (جنتی یا جہنمی ہونے کی) قطعی رائے قائم نہ کرو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متکلمین کے ہاں مسائل اعتقادیہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور فقہا کے ہاں مسائل عملیہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے قول **فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء المهديين الراشدين** (۱۰) اور **فمن رغب عن سنتي فليس منی** (۱۱) میں سنت کا اطلاق مسائل اعتقادیہ اور مسائل عملیہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طریقے کو شامل ہوگا۔

محدثین کے ہاں بھی سنت کا اطلاق احکام عملیہ شرعیہ پر مشتمل احادیث اور اسی طرح اعتقادی مسائل سے متعلقہ احادیث پر ہوتا ہے، چناں چہ سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، السنن الکبریٰ للبیہقی، سنن الدار قطنی، سنن الدارمی، مقدسی کی السنن والاحکام، وغیرہ کتب اول الذکر کی مثال ہیں، اور عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کی کتاب السنہ، اسی طرح کتاب السنہ لابی بکر احمد بن محمد الخلال، اور امام ابو داؤد کا سنن میں مسائل اعتقادیہ پر مشتمل باب کا نام "کتاب السنۃ" رکھنا ثانی الذکر کی مثال ہے۔ چناں چہ علم سنت کا موضوع مسائل عملیہ اور مسائل اعتقادیہ کے احکام کا جاننا ہے۔

جب کہ علم سیرت کا موضوع رسول اللہ کی ذات ہے، اور علم سیرت میں ہر اُس چیز سے بحث کی جاتی ہے جس کا کسی بھی جہت سے رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہو۔

Marfat.com

حدیث اور سیرت میں فرق جاننے کا انحصار علم الحدیث بالروایہ اور علم الحدیث بالدرایہ کے جاننے پر ہے۔ ابن الاکفانی نے ''ارشاد القاصد'' میں علوم کی انواع بیان کرتے ہوئے علم الحدیث کو دو انواع میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ علم روایۃ الحدیث

۲۔ علم درایۃ الحدیث

علم روایۃ الحدیث کے متعلق کہتے ہیں:

علم ینقل اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعاله بالسماع المتصل، وضبطها وتحریرها۔ (۱۲)

علم الحدیث بالروایہ وہ علم ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو سماعِ متصل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، اور ان کو ضبط و تحریر میں لایا جاتا ہے۔

علم درایۃ الحدیث کے بارے میں رقم طراز ہیں:

علم یتعرف منه انواع الروایة واحکامها، وشروط الرواة واصناف المرویات، واستخراج معانیها۔ (۱۳)

اس علم سے روایت کی انواع، اور اس کے احکام، راویوں کی شرائط، اور مرویات کی اقسام، اور ان کے معانی کے استخراج کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

علامہ سیوطی ''تدریب الراوی'' میں ابن الاکفانی کی تعریف کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

فحقیقة الروایة: نقل السنة ونحوها واسناد ذالك الی من عزی الیه بتحدیث او اخبار او غیر ذالك،وشروطها:تحمل راویها لما یرویه بنوع من انواع التحمل، من سماع او عرض او اجازة ونحوها، وانواعها: الاتصال والانقطاع ونحوهما، واحکامها: القبول والرد، وحال الرواة: العدالة والجرح، وشروطهم فی التحمل وفی الاداء۔ (۱۴)

روایت کی حقیقت سے مراد سنت وغیرہ کو نقل کرنا اور وہ حدیث یا خبر وغیرہ جس کی طرف منسوب ہے اس تک سند کا بیان کرنا ہے۔اور روایت کی شرائط سے مراد راوی کا انواعِ تحمل،سماع،عرض،اجازۃ وغیرہ میں سے کسی نوع کے ساتھ روایت کا تحمل ہے۔روایت کے احکام سے مراد قبولیت اور عدم قبولیت ہے۔اور راویوں کی حالت سے مراد جرح وتعدیل اور تحمل وادا میں ان کی شرائط ہیں۔

محدثین نے درایت کے اسی معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے کتبِ احادیث کی تصنیف کی ہے۔اسی بنا پر ہر ایک کی تصنیف دوسرے سے نہ صرف ممتاز ہوئی، بلکہ جامع،مسند،سنن،مستدرک،مستخرج وغیرہ جیسی اصطلاحات وجود میں آئیں،اور اسی طرح ابواب بندی کے مختلف مناہج بھی سامنے آئے۔امام بخاری کی صحیح کے تراجم

Marfat.com

الابواب اور کتاب کا نام ''الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ'' (۱۵) درایتی معیار کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کتبِ احادیث جامع ہوں یا سنن، مسند ہوں یا مستدرک، اس بات میں سب مشترک ہیں کہ اُن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ہیں، اسی طرح ایک ہی کتاب کے مختلف ابواب مثلاً کتاب الطہارۃ ہو یا کتاب الصلوٰۃ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال پر مشتمل ہونے کی بنا پر یکساں ہیں، لیکن راوی یا روایت کا کوئی خاص وصف اسے دوسری کتاب یا ایک کتاب کے دوسرے باب سے جدا کرتا ہے۔ اور محدثین نے بھی علم حدیث کی ایک اصطلاح کو دوسری اصطلاح سے جدا کرنے کے لیے درایتی معیار اپنایا ہے نہ کہ روایتی معیار، اس لیے کہ روایتی معیار کے ذریعے امتیاز ممکن ہی نہیں ہے، کیوں کہ مروی ہونے میں تو سب برابر ہیں، مروی چاہے جامع میں مذکور ہو یا سنن میں، اس کا تعلق کتاب الطہارۃ سے ہو یا کتاب الصلوٰۃ سے ہو۔ مولانا ادریس کاندھلوی کا یہ کہنا کہ ''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سیرت تو پوری حدیث ہے'' اسی بات پر مبنی ہے کہ انھوں نے من حیث الروایہ سیرت اور حدیث میں نسبت کو مدنظر رکھا ہے۔ صحیح بخاری کو اگر من حیث الروایہ دیکھا جائے تو پوری کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرویات ہیں، لیکن امام بخاری کتاب کا نام رکھتے ہوئے حدیث، سنن اور ایام کو الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔ اگر من حیث الروایہ دیکھا جائے تو سنن اور ایام حدیث کے ضمن میں یا کم از کم ایام حدیث اور سنن کے ضمن میں آسکتے ہیں، لیکن ان سب کی طرف الگ الگ اشارہ من حیث الدرایہ ہے۔

Marfat.com

صحیح بخاری میں ایام النبی سے کیا مراد ہے؟

حافظ ابن حجر "تہذیب التہذیب" میں ابن اسحاق کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے اور امام بخاری کے ان سے استفادہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد استشهد بہٖ واکثر عنه فیما یحکی فی ایام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی احواله۔ (۱۶)

امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام اور احوال کے بارے میں ابن اسحاق کی مرویات کو شواہد کے طور پر پیش کیا ہے۔

مولانا زکریا کاندھلوی کے مطابق ایامہ سے مراد وہ وقائع اور حالات ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں پیش آئے۔ (۱۷)

ڈاکٹر حمید اللہ "سیرت ابن اسحاق" کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

رحم الله الامام البخاری الذی سمی کتابه: "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله وایامه" ففیه امور رسول الله من قوله وفعله وتقریره افعال اصحابه بالسکوت، وفیه کذالك ذکر ایامه وما حدث فی عصره الشریف لا فقط من احوال المسلمین او العرب ،بل ایضا معلومات من البلاد المجاورة، مثل الحبشة، والروم، وفارس وغیر ذالك۔ (۱۸)

اللہ امام بخاری پر رحم کرے جو انھوں نے اپنی کتاب کا نام "الجامع

Marfat.com

الصحیح المسند من امور رسول الله و ایامه'' رکھا، اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اموریعنی آپ کا قول، فعل اور بذریعہ سکوت صحابہ کے افعال کی تقریر ہے، اسی طرح اس کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام اور اُن وقائع کا ذکر ہے جو آپ کے مبارک زمانہ میں پیش آئے، ان وقائع کا دائرہ کار مسلمانوں اور عرب کے احوال تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ پڑوسی ممالک حبشہ، روم، اور فارس وغیرہ کی معلومات کو بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر سلیمان بن حمد اپنی تالیف ''السیرۃ النبویه فی الصحیحین وعند ابن اسحاق'' میں رقم طراز ہیں:

ومجمل القول اِن احداث السیرۃ فی صحیح البخاری لیست قلیلة۔۔۔ ولعل البخاریؒ قصد الی ذالك حین ادخل فی تسمیة کتابه الاشارۃ الی ایام النبی صلی اللہ علیه وسلم ـ (۱۸)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحیح بخاری میں سیرت کے واقعات کم نہیں ہیں۔ اور شاید کہ امام بخاری کا اپنی کتاب کے نام میں ''ایام النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' (کا لفظ) ذکر کر کے سیرت کے واقعات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اگر من حیث الدرایہ دیکھا جائے تو سیرت اور حدیث میں نسبت واضح ہو جائے گی۔ علم سیرت کا مرکزی نکتہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر'' ہے، اور اس مرکزی نکتے میں محدثین اور سیرت نگار سب متفق ہیں، اسی مرکزی نکتے کو مدنظر رکھتے ہوئے ابن ہشام نے سیرت النبی تالیف کی ہے، امام بخاری نے سیرت کے متعلقہ جتنی باتیں بیان کیں یا تو

Marfat.com

ان میں نبی ﷺ کا ذکر تھا، یا وہ مقدمات اور اسباب کے درجے میں تھیں۔ اسی مرکزی نکتے کی بنا پر سیرت سے متعلقہ احادیث اور ان احادیث میں جو سیرت سے متعلقہ نہیں ہیں' فرق ہوگا۔ اور کتب احادیث سیرت کے مصادر میں سے ایک مصدر ہوں گی۔ کتب حدیث کے علاوہ سیرت کے اور بھی مصادر ہیں، جن میں قرآن کریم، کتب تفاسیر، وغیرہ شامل ہیں، بلکہ مصادرِ سیرت پر مستقل تصانیف ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ذخیرۂ حدیث پورے کا پورا نہ ہی سیرت ہے، اور نہ ہی پوری سیرت صرف ذخیرۂ حدیث میں ہے، بلکہ ذخیرۂ حدیث کا بعض حصہ سیرت کے بعض حصے پر مشتمل ہے، اس لیے سیرت اور حدیث کبھی تو جمع ہوں گے، جیسے وہ حدیث جس کے متن کا مضمون سیرت پر مشتمل ہے' سیرت بھی ہوگی اور حدیث بھی، اور کبھی الگ ہوں گے، مثلاً وہ احادیث جن کے متون مضامین سیرت پر مشتمل نہیں حدیث تو ہوں گی' سیرت نہیں کہلائیں گی، اسی طرح سیرت کے وہ مضامین جو کتب حدیث میں مذکور نہیں، وہ سیرت تو ہوگی' حدیث نہیں، لہٰذا سیرت اور حدیث میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی۔

یہ نسبت تین حالتوں میں ظاہر ہوگی:

۱۔ اجتماعی حالت جس میں سیرت اور حدیث جمع ہوں۔

۲۔ انفرادی حالت جس میں حدیث سیرت سے الگ ہو۔

۳۔ سیرت حدیث سے جدا ہو۔

Marfat.com

اجتماعی حالت کی مثال

’’صحیح بخاری‘‘ کی روایت ہے:

محمد بن جبیر بن مطعم، عن ابیه، قال: سمعت رسول الله يقول: ان لی اسماءً، انا محمد، وانا احمد، وانا الماحی الذی یمحو الله بی الکفر، وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی، وانا العاقب۔ (۲۰)

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جبیر بن مطعم نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ جس کے ذریعے اللہ کفر کو مٹادے گا، اور میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگوں کو حشر میں جمع کیا جائے گا، اور میں سب نبیوں میں آخری ہوں۔

اسی طرح ’’سنن ترمذی‘‘ کی روایت ہے:

عن واثلة بن الاسقع، قال: قال رسول الله: ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل، واصطفى من ولد اسماعيل بنی كنانة، واصطفى من بنی كنانة قريشًا، واصطفى من قريش بنی هاشم، واصطفانی من بنی هاشم۔ (۲۱)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل کا انتخاب کیا، اور

Marfat.com

حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا، اور بنو کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا، اور قریش سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا، اور بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔

مندرجہ بالا امثلہ حدیث بھی ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال ہیں، اور سیرت بھی ہیں، اس لیے ان احادیث کا متن رسول اللہ ﷺ کے ذکر پر مشتمل ہے۔

حدیث کی سیرت سے انفرادی حالت کی مثال

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله ﷺ: بنی الاسلام علی خمس؛ شهادة ان لا اله الا الله وان محمدارسول الله، واقام الصلاة وایتاء الزکاة وصوم رمضان وحج البیت۔ (۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے؛ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، اور رمضان کا روزہ رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

سنن ترمذی کی اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی بنیادی ارکان بیان کیے ہیں، اس روایت پر حدیث کا اطلاق بلا شبہہ درست ہے، البتہ سیرت اس لیے نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ متن کا مضمون ارکان ایمان سے متعلق ہے۔

Marfat.com

سیرت سے حدیث کی انفرادی حالت کی مثال

قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جو کہ مضامین سیرت پر مشتمل ہیں، لہٰذا ان آیات پر سیرت کی تعریف تو صادق آئے گی، لیکن حدیث کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔

مثلاً سورت احزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

واذ تقول للذی انعم اللہ علیه وانعمت علیه امسك علیك زوجك واتق اللہ وتخفی فی نفسك ما اللہ مبدیه وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰه فلما قضی زید منها وطرًا زوجنكها لكی لا یكون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائِهم اذا قضوا منهن وطرًا وكان امر اللہ مفعولاً۔ (۲۳)

اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا، اور تم نے بھی احسان کیا تھا' یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو، اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے، حالاں کہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اور جب زید نے اپنی بیوی سے نکاح ختم کر لیا تو ہم نے اس سے تمھارا نکاح کرا دیا، تا کہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کر لیا ہو، اور اللہ نے جو حکم دیا تھا اس پر عمل تو ہو کر رہنا ہی تھا۔

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ ذکر کیا ہے جو کہ سیرت کا حصہ ہے۔اسی طرح سیرت کے واقعات سے متعلقہ جزئیات جو سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں تو ملتی ہیں، لیکن محدثین ان جزئیات سے اعتنا نہیں کرتے ، ایسی تمام جزئیات پر سیرت کی تعریف تو صادق آئے گی، لیکن وہ جزئیات حدیث کی تعریف میں شامل نہیں ہوں گی۔

اس بات کی وضاحت مولانا عبدالرؤف داناپوری یوں کرتے ہیں:

''مغازی کے حالات دونوں لکھتے ہیں ، محدثین بھی اور اصحاب السیر بھی ، مگر دونوں کے لکھنے میں فرق ہے۔ فتح مکہ کے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا، لیکن اصحاب سیرت اتنا ہی نہیں لکھتے ، وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا، بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چلی آ رہی تھی ، اس معاہدہ کی وجہ سے جنگ رک گئی تھی۔ قریش نے عہد توڑ کر پھر اس جنگ کو مشتعل کر دیا۔ اس کی توضیح اسی طرح ممکن تھی کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی نزاعات کی کچھ تاریخ بیان کریں۔'' (۲۴)

سیرت اور سنت میں تداخل اور تشابہ کی بنا پر مختلف اعتبارات ہیں اور ہر اعتبار کو سامنے رکھتے ہوئے نسبت بھی مختلف ہو گی۔ اصطلاح سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو سیرت اور سنت میں ترادف کی نسبت نظر آئے گی اور

Marfat.com

ائمہ لغت کے ہاں سیرت کی تفسیر سنت اور سنت کی تفسیر سیرت سے ملے گی اور بغیر کسی اصطلاحی قید کے دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے تمام احوال و افعال پر خواہ ان افعال کا تعلق شریعت سے ہو یا وہ آپ ﷺ کے خصائص ہوں' لغوی اعتبار سے سنت کا لفظ بھی صادق آئے گا اور سیرت کا بھی، لیکن اصطلاح وضع ہونے کے بعد مجموعۂ افعال کے ایک مخصوص حصے پر سنت کا اطلاق ہوگا، یعنی افعال کا وہ حصہ جو احکام عملیہ یا احکام اعتقادیہ پر مشتمل ہے۔ اور وہ افعال جو آپ ﷺ کے خصائص اور معجزات ہیں اُن پر سنت کا اطلاق نہیں ہوگا، البتہ یہ تمام افعال سیرت کا حصہ ہوں گے، رسول اللہ ﷺ کے کچھ افعال ایسے بھی ہیں جن پر سنت اور سیرت دونوں کا اطلاق ہوگا، لیکن وجہ فرق یہ ہوگی کہ فقہا اُس فعل کا ذکر احکام کے استنباط کے لیے کریں گے، جب کہ سیرت نگار اُسی فعل کا ذکر بیان واقعہ کے لیے کریں گے، جیسا کہ اگر کتب سنت کا مطالعہ کیا جائے تو ان کتب میں سیرت کے مضامین، سنت کے جز کے طور پر مذکور ہوں گے اور اگر کتب سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں بعض افعال ایسے ہوں گے جن پر سنت کی تعریف صادق آئے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں علوم کے مضامین اور اسالیب مختلف ہیں، علم سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے بعثت سے پہلے کے احوال، دعوتی، سیاسی اور عسکری پہلو پر زیادہ بحث ہوتی ہے، جب کہ علم السنۃ میں عبادات اور عقائد میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا تھا جیسے مضامین سے بحث کی جاتی ہے۔

Marfat.com

سیرت اور تاریخ میں نسبت:

مؤرخ ابن خلدون علم تاریخ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

هو یوقفنا علی احوال الماضین من الامم فی اخلاقهم، والانبیاء فی سیرهم، والملوك فی دولهم وسیاستهم۔ (۲۵)

علم تاریخ ہمیں گذشتہ اقوام کے اخلاق واحوال بتاتا ہے، انبیا کی سیرتوں پر آگاہ کرتا ہے، حکومتوں اور سیاست میں سلاطین کے حالات کی خبر دیتا ہے۔

تاریخ کی اس تعریف سے سیرت اور تاریخ میں نسبت واضح ہو جاتی ہے کہ سیرت تاریخ کا ایک جز ہے، لہٰذا تاریخ کا وہ حصہ جو مضامین سیرت پر مشتمل نہیں ہے تاریخ تو کہلائے گا لیکن ان مضامین کے لیے سیرت کی اصطلاح استعمال نہیں کی جائے گی، اسی طرح سیرت کے وہ مضامین جو تاریخ میں مذکور نہیں سیرت کے تحت تو درج ہوں گے، البتہ تاریخ نہیں کہلائیں گے۔ اس اعتبار سے سیرت اور تاریخ میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی۔

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج، الصحیح لمسلم، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، ۱۹۹۸ء، رقم الحدیث:۳۰۰۴،ص۱۲۰۱

(۲) داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر ،ص ۳۷

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، ۱۹۹۸ء، رقم الحدیث: ۱۵۵۹،ص۳۰۲

(۴) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح ،رقم الحدیث:۵۲۱۴،ص۱۰۳۲

(۵) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث ، سنن ابی داؤد، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، س ن،ص ۱۰۲،رقم الحدیث:۷۵۶

(۶) ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی ،سنن الترمذی، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، س ن ،ص ۱۰۸، رقم الحدیث:۵۳۰

(۷) بیہقی ، ابوبکر احمد بن الحسین، السنن الکبری، بیروت: دارالکتب العلمیہ ،۲۰۰۳،۲/۱۲۰، رقم الحدیث:۲۵۴۷

(۸) ابن رجب الحنبلی ، کشف الکربہ فی وصف اہل الغربہ، دارابن رجب ،۲۰۰۲ء،ص ۳۸

(۹) لالکائی، ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن، شرح اصول اعتقاداہل السنۃ والجماعہ،۱۴۱۱ھ،۱/۱۵۵

(۱۰) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث ، سنن ابی داؤد،ص ۵۰۴،رقم الحدیث ،۴۶۰۷

(۱۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ،ص ۱۰۰۵،رقم الحدیث،۵۰۶۳

Marfat.com

(۱۲) ابن الاکفانی، محمد بن ابراہیم بن ساعد الانصاری، ارشاد القاصد الیٰ اسنی المقاصد، قاہرہ: دار الفکر العربی، س ن، ص ۱۵۵

(۱۳) ابن الاکفانی، محمد بن ابراہیم بن ساعد الانصاری، ارشاد القاصد الیٰ اسنی المقاصد، ص ۱۶۰

(۱۴) سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، ۱/۲۶

(۱۵) ابن حجر، احمد بن علی، ہدی الساری، ریاض: مکتبۃ الملک فہد، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰

(۱۶) ابن حجر، احمد بن علی، تہذیب التہذیب، حیدرآباد: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۶ھ، ۹/۴۶

(۱۷) کاندھلوی، مولانا زکریا، تقریر بخاری، کراچی، مکتبۃ الشیخ، س ن، ص ۱۷

(۱۸) حمید اللہ، مقدمہ سیرت ابن اسحاق، ص ط، فاس (المغرب): مطبعہ محمد الخامس، ۱۹۷۶ء

(۱۹) العودہ، سلیمان بن حمد، السیرۃ النبویہ فی الصحیحین وعند ابن اسحاق، سعودیہ: ادارۃ الثقافۃ والنشر، ۱۹۹۳ء، ص ۸۹

(۲۰) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، ص ۶۹۳، رقم الحدیث: ۴۸۹۶

(۲۱) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ص ۵۶۷، رقم الحدیث: ۳۶۰۵

(۲۲) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ص ۴۲۳، رقم الحدیث: ۲۶۰۹

(۲۳) الاحزاب: ۳۷

(۲۴) داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، ص ۳۹

(۲۵) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۱ء، ۱/۱۳

Marfat.com

فصل سوم:

علم سیرت کی قدیم ترین تالیف کے بارے میں علما کی آرا

سیرت کی قدیم ترین تالیف کون سی ہے؟ اس بارے میں محققین کی آرا مختلف ہیں۔

محمد بن سعد کی رائے یہ ہے:

وکان محمد بن اسحاق اول من جمع مغازی رسول الله صلی الله علیہ وسلم والفها۔ (۱)

محمد بن اسحٰق نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کی جمع وتالیف کی۔

ابن ندیم "الفہرست" میں ابن اسحاق کی کتب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وله من الكتب كتاب الخلفاء، رواه عنه الاموی، كتاب السيرة والمبتدا والمغازی، رواه عنه ابراهيم بن سعد و النفيلی۔ (۲)

ابن اسحاق کی کتابوں میں کتاب الخلفا ہے، جسے اموی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ کتاب السیرۃ والمبتداوالمغازی، اس کتاب کو ابراہیم بن سعد اور نفیلی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

امام سہیلی نے ''الروض الانف'' میں ابن شہاب زہری کی کتاب کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وذکر الزہری فی سیرہ وھی اول سیرۃ الفت فی الاسلام۔ (۳)

زہری نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے، جو کہ اسلام میں لکھی جانے والی سیرت کی پہلی کتاب ہے۔

امام سہیلی کی درج بالا عبارت میں دو باتیں قابل غور ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ سیرت کے موضوع پر سب سے قدیم تالیف ابن شہاب زہری کی ہے۔

اور دوسری بات کتاب کو سیرت کی کتاب کہا گیا ہے۔

دوسری بات کی تائید کتاب ''الاغانی'' کی اس روایت سے ہوتی ہے:

قال المدائنی فی خبرہ، واخبرنی ابن شھاب بن عبد اللہ، قال: قال لی خالد بن عبداللہ القسری: اکتب لی النسب، فبدات بنسب مضر، فمکثت فیہ ایامًا، ثم اتیتہ، فقال: ما صنعت؟ فقلت: بدات بنسب مضر وما اتممتہ، فقال: اقطعہ قطعہ اللہ مع اصولھم واکتب لی السیرۃ۔ (۴)

خالد بن عبداللہ قسری نے ابن شہاب زہری سے نسب پر لکھنے کی فرمائش کی، زہری کہتے ہیں: میں لکھنا شروع کیا، کچھ دن بعد قسری کے پاس آیا تو اُس نے اس بارے میں استفسار کیا، میں نے جواب دیا: میں نے مضر

Marfat.com

کے نسب سے ابتدا کی ہے، لیکن ابھی پورا نہیں لکھا۔ قسری نے کہا: اُسے چھوڑ دو اور میرے لیے سیرت پر لکھو۔

قسری نے ابن شہاب کو نسب چھوڑ کر سیرت لکھنے کا کہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت کی اصطلاح ابن شہاب کے دور میں بھی معروف تھی۔

خلیل بن ایبک الصفدی کا سیرت کی قدیم تصنیف کے بارے میں موقف یہ ہے:

فاول من صنف فی المغازی عروة بن الزبیر رضی الله عنهما ثم موسی بن عقبة ثم عبد الله بن وهب ثم فی السیر ابن اسحاق۔ (۵)

مغازی کے موضوع پر سب سے پہلے عروہ بن زبیر نے تصنیف کی، پھر موسیٰ بن عقبہ نے، پھر عبد اللہ بن وہب نے، پھر سیرت پر ابن اسحاق نے تصنیف کی۔

امام ذہبی کی رائے یہ ہے۔ عروۃ بن الزبیر کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں:

وکان ثبتا حافظا فقیها عالما بالسیرة، و هو اول من صنف المغازی۔ (۶)

ابن کثیر عروہ بن زبیر کے بارے میں واقدی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الواقدی: کان فقیها عالما حافظا ثبتا حجة عالما بالسیر، و هو اول من صنف المغازی۔ (۷)

Marfat.com

خیر الدین الزرکلی کے مطابق سیرت پر پہلی کتاب ابان بن عثمان کی ہے:

ابان بن عثمان بن عفان الاموی القرشی :اول من کتب فی السیرۃ النبویہ۔ (۸)

ابان بن عثمان نے سب سے پہلے علم سیرت میں تصنیف کی۔

حاجی خلیفہ ''کشف الظنون'' میں لکھتے ہیں:

اول من صنف فیہ الامام المعروف بمحمد بن اسحاق، رئیس اھل المغازی المتوفی ۱۵۱ھ۔ (۹)

سب سے پہلے اس موضوع پر امام فن محمد بن اسحاق نے کتاب لکھی جو اہل مغازی کے پیشوا اور امام ہیں۔

شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری کی رائے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سب سے پہلے ابان بن عثمان نے لکھی، چناں چہ موصوف رقم طراز ہیں:

ثم ان المؤلفین فی المغازی کثیرون، ولیس ابن ھشام المتوفی ۲۱۸ھ اقدمھم، فالتالیف یبتدئ من ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ المولود ۲۰ھ، ثم عروۃ بن الزبیر المولود بعد ابان بقلیل، ثم شرحبیل بن سعد، ثم الزھری المولود ۵۰ھ، وھو استاذ استاذ البخاری، وامام کبیر فی الحدیث، لقی عبد الملک بن مروان، وعمر بن عبد العزیز، ویحتمل ان یکون تالیفہ فی المغازی باشارۃ الاخیر۔ (۱۰)

Marfat.com

سیرت نگار بہت ہیں ، ابن ہشام ان سب سے مقدم نہیں ہیں، سیرت نگاری کا آغاز ابان بن عثمان سے ہوا ہے، جن کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی، پھر عروہ بن زبیر نے جو ابان کے تھوڑے عرصے بعد پیدا ہوئے، پھر شرحبیل بن سعد، پھر زہری جو ۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اور وہ بخاری کے استاد کے شیخ ہیں، حدیث کے بلند پایہ امام ہیں، جو عبدالملک بن مروان اور عمر بن عبدالعزیز سے ملے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مغازی میں تالیف عمر بن عبدالعزیز کے اشارے سے ہوئی ہو۔

دکتور یسری سلامہ ***fuat sezgin*** پر نقد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فانه جعل كل راوية للسيرة مؤلفا واضعا للكتب لمجرد نسبة روايات اليه۔ قلت او كثرت۔ فی تاريخ الطبری وغيره من المصادر۔ (۱۱)

fuat zezgin نے سیرت کے ہر راوی کے لیے صرف اس بنا پر کہ تاریخ طبری اور دیگر مصادر میں ان راویوں سے قلیل یا کثیر روایات موجود ہیں ایک تالیف کو ثابت کر دیا ہے۔

اور اس غلطی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحقيقة ما تسبب فی تلك الاخطاء والاوهام: الجهل بمصطلحات المتقدمين، والفاظ المحدثين ،والخلط بين مفاهيم الكتابة والتدوين والتصنيف والتاليف وبين الرواية

Marfat.com

الحديثية الشفاهية والصحف المقيدة للروايات الحديثية، وبين الاصل والنسخة وغير ذالك۔ (۱۲)

درحقیقت اس غلطی اور وہم کا سبب متقدمین کی مصطلحات اور محدثین کے الفاظ سے ناواقفیت، اور کتابت، تدوین، تصنیف، تالیف، زبانی روایت، روایات کے صحائف، اصل اور نسخہ کے درمیان فرق نہ کرنا ہے۔

فالكتابة لغة: النسخ وخط الحروف ،وجمع بعضها الى بعض۔ وتحقق فى القليل عادة ،مما قد يقع فى ورقة او صحيفة او بعضها او زاد قليلا۔

والكتابة باطلاق تعنى حفظ العلم وتقييد الكلام فى قالب مخطوط مسطور۔ (۱۳)

لغت میں کتابت کا معنیٰ ''النسخ وخط الحروف'' اور ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ملانا ہے۔ اور عام طور پر اس کی مقدار کم ہوتی ہے، جیسا کہ ایک ورق، ایک صفحہ یا ایک صحیفہ یا اس سے کچھ کم زیادہ پر۔ اور مطلقاً کتابت سے مراد علم اور کلام کو مکتوبہ صورت میں محفوظ کرنا ہے۔

والكتاب اسم لما كتب مجموعا ،ويكون الكاتب ما كان قائما بنفسه فى موضوع معين۔

اور کتاب لکھے ہوئے مجموعے کا نام ہے، اور کاتب مخصوص موضوع میں قائم بنفسہٖ ہوتا ہے۔

Marfat.com

واما التدوین ؛ فالذی یظهر من معناه لغة انه لا یتحقق الا فی الشیء الکثیر۔

تدوین کے لغوی معنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کثیر شے میں ہوتی ہے۔

واما التصنیف، فیتضمن معنی آخر هو التمییز والترتیب والتبویب، قال اهل اللغة: صنفه تصنیفا: جعله اصنافا،ومیز بعضها عن بعض، والصنف: الطائفة والنوع من کل شیء، ومنه تصنیف الکتب۔ (۱۴)

تصنیف ایک دوسرے معنی کو متضمن ہے، وہ معنی تمیز، ترتیب اور ابواب بندی ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں: صنفه تصنیفا یعنی اس کی اقسام بنانا، اور اس کے بعض کو بعض سے جدا کرنا، اور الصنف کا اطلاق ہر شے کے ایک نوع اور طائفہ پر ہوتا ہے۔ اور اسی سے تصنیف الکتب ہے۔

والتالیف اعم من التصنیف ،فالتصنیف افراد نوع من العلم فی کتاب لا یدخل خبر غیره فیه،ولا یقال للکتاب :مصنف اذا تضمن نقض شیء من الکلام ،او تدخّل الکاتب فیه بکلامه وصیاغته ،بل یکون مؤلفا۔

تالیف تصنیف سے عام ہے، تصنیف کتاب میں علم کی نوع کے افراد ہیں، جس میں اس کے غیر کی خبر داخل نہیں ہوتی۔ اگر کتاب میں کسی بات کی تردید یا کاتب کی رائے کا اظہار ہو تو اس کتاب کو مصنف نہیں بلکہ مؤلف کہا جائے گا۔

Marfat.com

وتستعمل تلك الالفاظ جميعا بعضها مكان بعض احيانا، من قبيل الترادف، وهو امر مقبول شريطة التمييز بين معانيها ومدلولاتها المختلفة عند التفصيل ،او ظهور التعارض فی البحث والدرس۔

اور یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ اگر بحث اور درس میں تعارض کے ظاہر ہونے اور اور تفصیل کے وقت ان کے مدلول کے اختلاف اور جداگانہ معانی کو ملحوظ رکھا جائے تو اس استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فيكون عروة بن الزبير اول من صنف المغازی ،ای ميزها وافردها بعد ان كانت مختلطة بغيرها من الاحاديث والآثار مذكورة فی جملتها وسياقها۔

وابن شهاب الزهری اول من دونها ،ای جمعها فی ترتيب واضح ونسق شامل۔

وموسى بن عقبة اول من الف فيها كتابا مفردا واخرجه للناس۔

ومحمد بن اسحاق صاحب اول تاليف شامل مطول فی السيرة، لما كان كتاب موسى بن عقبة مختصرا، يعتمد الاقلال والايجاز فی سرد الحوادث۔ (١٥)

Marfat.com

عروہ بن زبیر نے سب سے پہلے مغازی کی تصنیف کی' کا مطلب ہوگا کہ مغازی کا ذکر احادیث اور آثار کے ضمن میں ہوتا تھا اور عروہ بن زبیر نے مغازی کو احادیث اور آثار سے الگ اور نمایاں کر کے پیش کیا۔ اور ابن شہاب زہری نے سب سے پہلے مغازی کی تدوین کی۔ یعنی ان کو واضح ترتیب اور جامع شکل میں اکٹھا کیا۔ اور موسی بن عقبہ نے سب سے پہلے اس میں الگ کتاب تالیف کی اور لوگوں کے سامنے پیش کی۔ اور محمد بن اسحاق نے سب سے پہلے سیرت میں طویل اور جامع تالیف کی۔ جب کہ موسی بن عقبہ کی کتاب مختصر تھی اور واقعات بیان کرنے میں اختصار سے کام لیا گیا تھا۔

دکتور یسری سلامہ کی مندجہ بالا بیان کردہ تفصیل سے نہ صرف اوائل سیرت نگاروں کے کام کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اوّلیت کی اضافت میں پیش آنے والے تعارض میں بھی تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

اور صفدی کے ذکر کردہ قول سے تطبیق کی دوسری صورت کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ مغازی کی تصنیف پہلے ہوئی اور سیرت کی تصنیف بعد میں ہوئی، لیکن اس صورت میں بھی تصنیف اور تالیف کے فرق کو ملحوظ رکھے بنا تطبیق ممکن نہیں ہوگی۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، القسم المتمم، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۷ء، ص ۴۰۱

(۲) ابن الندیم، الفہرست، ص ۱۰۵، کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت، س ن

(۳) سہیلی، عبدالرحمٰن، الروض الانف، ۲/ ۲۳۹، دارالکتب الاسلامیہ، ۱۹۶۷ء

(۴) اصفہانی، ابوالفرج، کتاب الاغانی، ۲۲/ ۲۱، بیروت: دارالفکر، س ن

(۵) الصفدی: صلاح الدین خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات ۱/ ۲۸، بیروت: داراحیاء التراث، ۲۰۰۰ء

(۶) ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، تاریخ الاسلام، ۶/ ۴۲۴، بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۹۹۰ء

(۷) ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر، القرشی الدمشقی، البدایہ والنہایہ، ۱۲/ ۴۷۶، دار ہجر، ۱۹۹۸ء

(۸) الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، ۱/ ۲۷، بیروت: دارالعلم للملایین، ۲۰۰۲ء

(۹) حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، کشف الظنون، ۲/ ۱۰۱۲، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن

(۱۰) مصطفیٰ صبری، موقف العقل والعلم والعالم، ۴/ ۴۷، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۱ء

(۱۱) یسری، محمد یسری سلامہ، مصادر السیرۃ النبویہ، ص ۶۰، قاہرہ: دارالندوہ، ۱۴۳۱ھ

(۱۲) ایضاً ص ۶۱

(۱۳) ایضاً

(۱۴) ایضاً ص ۶۳

(۱۵) ایضاً ص ۶۴

Marfat.com

Marfat.com

فصل چہارم

''علوم'' کا لفظ جب کسی علم کی طرف مضاف ہوتو اس مرکب اضافی سے وہ علوم اور فنون مراد ہوتے ہیں جن کا کسی بھی جہت سے مضاف الیہ سے تعلق ہو، جیسے جب علوم القرآن کی اصطلاح بولی جاتی ہے تو اِس سے مراد وہ علوم ہوتے ہیں جن کا کسی بھی طرح سے قرآن کریم کے ساتھ تعلق ہے۔ علوم القرآن کی طرح علوم الحدیث کی اصطلاح سے مراد وہ علوم ہیں جو کسی بھی جہت سے حدیث مبارکہ سے تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح علومِ سیرت کے مرکب اضافی سے مراد وہ علوم ہوں گے جن کا کسی بھی طور پر علم سیرت سے تعلق ہوگا۔

علم سیرت عمومی طور پر ہر انسان کے لیے اور خصوصی طور پر مسلمان کے لیے یکساں اہمیت کا حامل ہے، اور خاص طور پر ایک سیرت نگار کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ علومِ سیرت سے واقفیت رکھتا ہو، تا کہ سیرت طیبہ لکھتے ہوئے وہ ہر قسم کی کجی سے محفوظ رہے۔ علومِ سیرت میں مآخذ و مصادر سیرت، اور ہر ماخذ سے استدلال و استنباط کے طرق، سیرت نگاری کے اصول، سیرت کی روایات کی صحت کے معیار کو پرکھنے کے لیے نقد و جرح کے اصول، علم سیرت میں استعمال ہونے والی اصطلاحات، سیرت نگاروں کے طبقات، روایاتِ سیرت کی سند میں آنے والے رجال کے احوال، سیرت نگار کے آداب وغیرہ انتہائی اہم مقام رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مصادرِ سیرت

مصدرِ اول: قرآنِ کریم

سیرت نگار کے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کی معرفت کے حصول کے لیے سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کرے، اس لیے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے اور شک وشبہہ سے بالاتر ہے۔

قرآن کریم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم سے متعلقہ تمام علوم کا بھی علم سیرت سے متعلق ہے، اس لیے کہ قرآن کریم نے احداث سیرت کی طرف اجمالاً اشارہ کیا ہے، اور اُس اجمال کی تفصیل کے لیے قرآن کریم کے متعلقہ علوم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ مضامین سیرت سے متعلقہ آیات کا شان نزول جاننے کے لیے کتب حدیث اور کتب تفسیر کی طرف مراجعت کی جائے گی ،فقہا نے علم اصول الفقہ میں کتاب اللہ کی بحث کے ضمن میں استدلال سے جو اصطلاحات وضع کی ہیں وہ احکام کی آیات کے علاوہ سیرت طیبہ سے متعلقہ آیات پر بھی صادق آتی ہیں، چناں چہ سیرتِ طیبہ سے متعلقہ آیات، مضامین سیرت پر عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص کے طور دلالت کرتی ہیں، جس کی امثلہ باب سوم میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

Marfat.com

مصدرِ دوم: کتب حدیث

کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال، فیصلے، مغازی کے ابواب اور بعض کتب میں ولادت اور بعثت، نزول وحی اور اُس کی کیفیات کا ذکر ہے، لیکن محدثین کے پیش نظر اُن اقوال اور افعال کو جمع کرنا تھا جو فقہی احکام کے مصدر تھے، اور کتب حدیث میں سیرت کے واقعات کو اسی بنا پر ذکر کیا گیا کہ یہ واقعات کسی فقہی مسئلہ پر دلالت کرتے ہیں۔ کتب حدیث تعداد میں زیادہ ہونے کے ساتھ درجات میں بھی متفاوت ہیں، اس لیے ہر محدث نے اپنی خاص شرائط کے مطابق احادیث کا انتخاب کیا ہے، اور احادیث میں درجات کا تفاوت کتاب کے اختلاف کو لازم نہیں ہے، بلکہ ایک کتاب کی احادیث بھی درجات میں مختلف ہیں، اور احادیث میں درجات کا تفاوت حدیث سے متعلقہ علوم کو جانے بنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کتب حدیث کو علم سیرت کا مصدر بنانے کے لیے علوم حدیث سے گہری واقفیت بھی ضروری ہے۔

مصدرِ سوم: کتب الشمائل

کتب الشمائل سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے آپ ﷺ کے جسمانی اور اخلاقی اوصاف، اور آپ ﷺ کے دن رات کے معمولات کا ذکر کیا ہے۔

مصدرِ چہارم: کتب الدلائل

ان کتب کے مؤلفین نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے معجزات کو جمع کیا ہے جو کہ آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہیں۔

Marfat.com

مصدرِ پنجم: کتب المغازی والسیر

کتب مغازی میں بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ کے غزوات کے احوال کو جمع کرنے کا اہتمام کیا جاتا تھا، لیکن ضمناً آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے متعلق دیگر معلومات کا بھی ذکر کیا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے احوال جمع کرنے کا آغاز صدرِ اول سے ہی ہو چکا تھا، جیسا کہ ''تقیید العلم'' کی درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے:

كان ابن عباس ياتى ابا رافع، فيقول: ما صنع رسول الله ﷺ يوم كذا، ما صنع رسول الله ﷺ يوم كذا، ومع ابن عباس الواح يكتب فيها۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے اور اُن سے پوچھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں دن کیا کیا تھا؟ اور حضرت ابن عباس کے پاس تختیاں ہوتیں جن پر وہ اِن معلومات کو درج کرتے تھے۔

مصدرِ ششم: کتب التاریخ والبلدان

کتب تاریخ میں حرمین شریفین کی تاریخ پر مشتمل کتب خصوصی طور پر اور تاریخ اسلام کے حوالے سے لکھی جانے والی کتب عمومی طور پر سیرت طیبہ کا ماخذ ہیں۔ کتب سیرت اور کتب تاریخ سے سیرت طیبہ کی روایات لیتے ہوئے یہ بات مدِ نظر رکھی جائے کہ مؤرخین اور سیرت نگاروں کا بنیادی مقصد ایک واقعہ کے متعلق معلومات جمع کرنا ہے، چناں چہ بسا اوقات اُن معلومات میں رطب و یابس روایات یک جا ہو جاتی

Marfat.com

ہیں، لیکن دوسری طرف سیرت نگاروں نے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے واقعہ کے متعلقہ صحیح روایات کی نشان دہی بھی کی ہے اور روایات جمع کرنے کے بعد کسی ایک روایت کو ترجیح دے کر صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ "طبقات ابن سعد" میں ابن سعد نے واقدی کے بہت سے ایسے قول نقل کیے ہیں جن میں واقدی نے کسی ایک واقعہ میں راجح قول کو نقل کیا ہے، اور دیگر شواہد سے بھی واقدی کے قول کی صحت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا واقدی کی ہر روایت کو ناقابل اعتبار ٹھہرانے کا نظریہ نظر ثانی کا محتاج ہے۔ سیرت نگاروں کی روایات کو مطلقاً ضعیف تسلیم کرنے کی بہ جائے اگر اُن کے بارے میں یہ نظریہ اختیار کیا جائے کہ سیرت نگاروں نے کسی واقعہ کے متعلق تمام معلومات کو جمع کیا اور پھر واقعہ کے متعلقہ صحیح اقوال اور روایات کو ترجیح دی تو یہ قول محتاط بھی ہے اور تحقیق کے زیادہ قریب بھی ہے۔

سیرت نگار کی شرائط

۱- دین اسلام کی حقیقت اور اس کی روح کی معرفت

سیرت طیبہ لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اسے دین اسلام کی حقیقت کی معرفت حاصل ہو، تا کہ وہ اس معرفت کی روشنی میں احداث سیرت کو سمجھ کر، ان واقعات کے اسباب کے بیان اور تفسیر میں ایسا نقطہ نظر اختیار کرے جو اسلام کی روح سے مطابقت رکھتا ہو، اس لیے کہ واقعات سیرت اور اسلامی عقائد باہم مربوط ہیں، یہی وجہ ہے کہ واقعات سیرت میں غلط تاویلات عموماً ایسے لوگوں کی طرف سے آئیں گی جو اسلام کی حقیقت سے معرفت نہ ہونے کی بنا پر فاسد عقائد کے حامل ہوں گے،

Marfat.com

جیسا کہ مستشرقین اور اہل اہوا کے ایک طبقہ کی جانب سے واقعات سیرت میں شکوک وشبہات ڈالنے کی بنیادی وجہ اسلام کی حقیقت سے نا آشنائی اور دین اسلام کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کا جذبہ شامل ہے۔ (۲)

۲۔نصوص سے ثابت شدہ واقعات میں بے جا تاویلات نہ کرنا

سیرت نگار کے پیش نظر دین اسلام کی حقانیت ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسلام کے علاوہ کوئی دین معتبر نہیں ہے، لہٰذا سیرت طیبہ کے ایسے واقعات جو نصوص سے ثابت ہوں اور غیر مسلم ان واقعات پر اعتراض کریں تو غیر مسلموں کے اعتر ضات کا جواب دیا جائے گا نہ کہ واقعات کے ثبوت میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی جائے گی، یا اُن کے اعتراضات کی بنا پر معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا جائے گا۔ (۳)

۳۔روایت کی صحت کی پڑتال موضوع کی اہمیت کے مطابق کی جائے

عقیدہ اور شرعی مسائل میں صحیح روایات کو اختیار کیا جائے گا۔ایسی روایات جو عقیدہ یا شریعت کے باب سے متعلق ہوں، ان کی صحت کو پوری طرح جانچا جائے گا، البتہ وہ تاریخی روایات جو شہروں کی تعمیر، جنگ کے احوال یا مجاہدین کی شجاعت سے متعلق ہوں اُن میں ضعف قابل قبول ہوگا۔ (۴)

۴۔روایاتِ سیرت کے نقد میں عقل کی حدود کی تعیین

روایاتِ سیرت کی صحت کو پرکھنے کے لیے عقل معیارِ نقد ہے یا نہیں؟ بعض لوگ

Marfat.com

عقل کو نصوص پر مقدم سمجھتے ہوئے صرف عقل کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ ماضی میں مستشرقین نے عقل کو بنیاد بناتے ہوئے سیرت کی ایسی روایات کو بھی قبول نہیں کیا جو نصوص سے اس طور پر ثابت تھیں کہ اُن سے انکار ممکن ہی نہیں ہے۔ علمائے اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے معتدل پیشوا حضرات کے نزدیک بھی عقل کا دائرہ کار لامحدود نہیں، بلکہ محدود ہے۔

دوسرا یہ کہ کیا سب کی عقل نقد کے لیے معتبر ہوگی؟ یا صرف اُن لوگوں کی جن کی اس فن کے ساتھ گہری وابستگی ہے؟ پہلی بات بہ ذات خود صریح البطلان ہے کہ ہر شخص کی عقل کو معتبر قرار دیا جائے، اس لیے کہ پھر ہر آدمی اپنی عقل کے مطابق جو اُسے سمجھ آئے گا تسلیم کرلے گا، اور جو سمجھ میں نہ آئے عقل کے خلاف ہونے کی بنا پر رد کردے گا، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دین ایک مذاق بن کہ رہ جائے گا۔ اور صاحب فن میں بھی صرف اسی کی بات معتبر ہوگی جو اس فن میں متخصص ہو، جیسا کہ ابن قیم الجوزیہ نے ''المنار المنیف فی الصحیح والضعیف'' میں متخصص کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وسالت هل يمكن معرفة الحديث الموضوع بضابط، من غير ان ينظر في سنده؟

فهذا سؤال عظيم القدر، وانما يعلم ذالك من تضلع من معرفة السنن الصحيحة، وخلطت بدمه ولحمه، وصار له فيها ملكة. وصار له اختصاص شديد بمعرفة السنن والآثار، ومعرفة سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهديه فيما يامر

Marfat.com

به وينهى عنه، ويخبر عنه ويدعو اليه، ويحبه ويكرهه، ويشرعه للامة بحيث كانه مخالط للرسول صلى الله عليه وسلم، بين اصحابه۔ ومثل هذا يعرف من احوال الرسول صلى الله عليه وسلم وهديه وكلامه، وما يجوز ان يخبر به، ولا يجوز، ما لايعرفه غيره۔ (۵)

مجھ سے سوال کیا گیا کہ بنا سند کو دیکھے کسی ضابطہ سے موضوع حدیث کی معرفت ممکن ہے؟ (میں نے جواب دیا کہ) یہ بہت اہم سوال ہے، یہ وہ شخص جانتا ہے جسے سنن صحیحہ کی کامل معرفت ہو، جس کے خون اور گوشت میں وہ مخلوط ہو گئی ہوں، اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اور آثار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت، اوامر ونواہی، جس چیز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتے تھے، اور جس کی طرف دعوت دیتے تھے، جس بات کو پسند اور ناپسند کرتے تھے، جس کی امت کو تعلیم دیتے تھے' کی معرفت میں ملکہ اور ایسا اختصاص پیدا ہو گیا ہو، گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا ہوا ہے، آپ کے صحابہ میں موجود ہے، اس طرح کا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال، ہدایت، کلام اور ایسی باتیں جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے سکتے اور جن کی خبر نہیں دے سکتے' جانتا ہے، جو کہ کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا۔

علامہ ابن قیم کے وضاحت کردہ اختصاص کو قاضی عبد الرؤف دانا پوری نے درایت سے تعبیر کیا ہے۔ چناں چہ موصوف لکھتے ہیں:

درایت کی معنی عقل نہیں ہے، علم اور تجربے کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اُس کو درایت کہتے ہیں۔ (٦)

Marfat.com

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ روایات سیرت کے نقد کے لیے ایسی عقل معتبر ہو گی جو درایت کے درجے تک پہنچی ہو، نہ کہ مطلقاً عقل، اور اسی مطلق عقل کے بارے میں مولانا عبدالرؤف داناپوری نے کہا ہے کہ درایت کا معنی عقل نہیں ہے، ورنہ درایت اور عقل کو متضاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سیرت نگاروں کے ہاں درایت کو معیار نقد بنانے کی امثلہ کثرت سے موجود ہیں، جیسا کہ

اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک غزوہ بنی مصطلق سنہ ۶ ہجری میں پیش آیا، جب کہ موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک اس غزوہ کا وقوع ۴ ہجری میں ہوا، اس لیے کہ اس غزوہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ شریک تھے، جن کی وفات غزوہ بنی قریظہ کے فوراً بعد ہوئی تھی، اور غزوہ بنی قریظہ ۴ ہجری میں پیش آیا۔ علامہ ابن قیم اور حافظ ذہبی نے بھی موسیٰ بن عقبہ کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔

امام بخاری کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا، اس لیے کہ اس غزوہ میں ابو موسی اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما شریک تھے اور یہ دونوں حضرات غزوۂ خیبر کے بعد تشریف لائے۔ ابن قیم، ابن کثیر اور ابن حجر نے امام بخاری کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

۵- عربی زبان اور اس کے اسالیب کی معرفت

سیرت نگار کے لیے عربی زبان اور اس کے اسالیب کی معرفت بھی ضروری ہے، اس لیے کہ عربی زبان سے ناآشنائی کی وجہ سے سیرت کی روایات کو اچھی طرح سمجھنا

Marfat.com

ممکن نہیں ہے، اور عربی زبان کے اسالیب کی معرفت نہ ہوگی تو روایات سے استدلال اور استنباط ممکن نہیں ہوگا۔

۶- شرعی اصطلاحات کا التزام

قرآن کریم نے جن اصطلاحات کا التزام کیا ہے ان سے عدول نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے، مومن، کافر اور منافق، ان گروہوں کے لیے ان ناموں کو چھوڑ کر کوئی اور نام اختیار نہ کیے جائیں، تا کہ دین دشمن افراد کو جسارت کا موقعہ نہ ملے۔

۷- رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں افراط و تفریط سے احتراز

سیرتِ طیبہ لکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان، جلالت مرتبہ کا نہایت خیال رکھا جائے، اس لیے کہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ ہے، اس لیے آپ ﷺ کے تمام اوصاف کو پوری تعظیم اور توقیر سے بیان کیا جائے۔

جب کہ دوسری جانب تعظیم میں غلو کرتے ہوئے عبد سے معبود نہ بنا دیا جائے، کہ اللہ تعالیٰ کے وہ خاص اوصاف جو اللہ تعالیٰ کے ہی لائق ہیں اُن اوصاف کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت کر دیا جائے۔

۸- علوم سیرت کے مختلف طبقات کی معرفت

سیرت کے مصادر اور ان کے درجات، کتب سیرت کے درجات، ائمہ سیرت کے طبقات کا جاننا سیرت نگار کے لیے اس لیے ضروری ہے تا کہ سیرت طیبہ کے کی

Marfat.com

بھی واقعہ کو رقم طراز کرتے ہوئے، اُس واقعہ سے متعلقہ معلومات کے حصول کے لیے سب سے قوی اور صحیح مصدر کا انتخاب کیا جائے، اور اگر کسی ایک واقعہ کے متعلق معلومات کا اختلاف ہو تو ترجیح یا تطبیق کا عمل اُس وقت تک وجود میں نہیں لایا جاسکتا جب تک مصادر سیرت، ائمہ سیرت کے طبقات اور کتب سیرت کے درجات سے مکمل واقفیت نہ ہو۔

۹- مقامات کا مشاہدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں جن مقامات پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں جو واقعات پیش آئے تھے، تو ایسا سیرت نگار جس نے اُن مقامات کا مشاہدہ کیا ہو یا اُسے اُن کا مکمل جغرافیہ معلوم ہو بہتر طور پر اُن واقعات کو قلم بند کرسکتا ہے بہ نسبت اُس کے جس نے اُن مقامات کا مشاہدہ نہ کیا ہو یا اُسے اُن کا مکمل جغرافیہ معلوم نہ ہو۔ واقدی کو دوسرے سیرت نگاروں پر اس بنا پر بھی فوقیت حاصل ہے کہ اُس کی سیرت نگاری میں مقامات کا مشاہدہ شرط لازم تھا۔

۱۰- منصب نبوت کی معرفت

نبی کی ذات اور منصب نبوت کی معرفت کی بنا پر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیوگرافی میں فرق کیا جاسکتا ہے، لہٰذا رسول اللہ کے احوال پر لکھنے والا شخص تب تک سیرت نگار کہلانے کا مستحق نہیں ہے جب تک نبی کی ذات اور منصب نبوت سے کامل واقفیت نہیں رکھتا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال پر لکھنے والے شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی پس منظر میں دیکھے گا جو اُس کے ذہن میں نبوت کے

Marfat.com

متعلق قائم ہے، لہٰذا ہر شخص اپنے نظریے کے مطابق احوال کا انطباق کرے گا۔

ذیل میں نبوت کے بارے میں مختلف طبقات کے نظریات کا ذکر ہے، جس سے نبوت کے بارے میں پائے جانے والے مختلف نظریات کی کسی حد تک وضاحت ہو جائے گی۔

فلاسفہ کے نزدیک نبوت کی حقیقت:

ابن تیمیہ نے نبوت کے بارے میں فلاسفہ کی آرا پر قدرے تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کے مطابق قدیم فلاسفہ جیسے ارسطو اور اُس کے متبعین کو انبیا کے وجود کا علم ہی نہیں تھا، چناں چہ اسی بنا پر ان فلاسفہ سے انبیا کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں ہے۔

ابن تیمیہ ''کتاب النبوات'' میں رقم طراز ہیں:

فاصل هذا ان یعرف وجود الانبیاء فی العالم، وخصائصهم، کما یعلم وجود السحرة وخصائصهم، ولهذا من لم یکن عارفا بالانبیاء من فلاسفة الیونان والهندوغیرهم لم یکن له فیهم کلام یعرف، کما لم یعرف لارسطو واتباعه فیهم کلام یعرف، بل غایة من اراد ان یتکلم فی ذالك کالفارابی وغیره ان یجعلوا ذالك من جنس المنامات المعتادة۔ (۷)

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں انبیا کے وجود اور اُن کے خصائص کی معرفت حاصل ہو، جیسا کہ جادوگر اور اُن کے خصائص معلوم ہیں، اسی لیے یونان اور ہند کے فلاسفہ میں سے جو انبیا سے واقف نہیں تھے اُن سے انبیا کے

Marfat.com

بارے میں کوئی کلام بھی مذکور نہیں ہے، جیسا کہ ارسطو اور اُس کے متبعین سے اِس بارے میں کوئی بات نہیں ملتی، اور فارابی وغیرہ کے کلام کا ما حصل یہ ہے کہ انہوں نے (نبوت) کو معتاد خوابوں سے تشبیہ دے دی ہے۔

ابن سینا کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن سینا نے نبی کے تین خصائص بیان کیے ہیں:

(۱) ان ینال العلم بلا تعلم،ویسمیها القوة القدسية، وهى القوة الحدسية عنده۔

(۲) ان يتخيل فى نفسه ما يعلمه ،فيرى فى نفسه صورا نورانية، ويسمع فى نفسه اصواتا،كما يرى النائم فى نومه صورا تكلمه، ويسمع كلامهم ،وذالك موجود فى نفسه لا فى الخارج ،فهكذا عند هؤلاء جميع ما يختص به النبى مما يراه ويسمعه دون الحاضرين ،انما يراه فى نفسه ويسمعه فى نفسه۔

(۳)ان يكون له قوة يتصرف بها فى هيولى العالم ،باحداث امور غريبة ،وهى عندهم آيات الانبياء۔ (۸)

(۱) نبی وہ ہوتا ہے جسے کسی سے سیکھے بغیر خود بہ خود علم حاصل ہو جاتا ہے، اور اس کا نام اس نے قوت قدسیہ رکھا ہے، اور اُس کے نزدیک یہ ہی قوت حدسیہ ہے۔

Marfat.com

(۲) اپنے علم کے مطابق خود اپنے نفس میں نورانی صورتیں دیکھتا ہے، اور مختلف آوازیں سنتا ہے، جیسا کہ سونے والا نیند میں کوئی صورت دیکھے اور اُس صورت کی آواز سنے، اور اس بات کا تعلق نفس سے ہے جب کہ خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے، تو فلاسفہ کے نزدیک نبی کے ساتھ مخصوص چیزیں جنہیں وہ دیکھتا اور سنتا ہے جو کہ دوسرے دیکھ اور سن نہیں سکتے، اس سمع اور بصر کا تعلق نبی کے نفس سے ہے۔

(۳) نبی کو عالم کے مادہ میں تصرف کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے جن کے ذریعے وہ عجیب عجیب افعال کی قدرت رکھتا ہے، اور فلاسفہ کے نزدیک یہ انبیا کے معجزات ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک انبیا کے نفس میں جو کچھ بھی پیدا ہوتا ہے وہ عقل فعال کا فیض ہے۔ مولانا بدر عالم میرٹھی ابن سینا کے مذکورہ بالا اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جب ان کے نزدیک نبوت کلام اللہ، معجزہ اور فرشتے کی حقیقت یہ ٹھہری تو ظاہر ہے کہ یہ تمام امور کسب انسانی اور ریاضت سے بھی حاصل ہونا ممکن ہے، اس لیے ان کے نزدیک نبوت و رسالت بھی دیگر صنعتوں کی طرح کسبی چیز تھی۔ سہروردی مقتول اور ابن سبعین اسی جدو جہد میں مصروف تھے کہ ان کو نبوت کا مقام حاصل ہو جائے۔ اسی لیے ان فلاسفہ کے نزدیک ایک فلسفی کو نبی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ فلسفی کی نظر بہ نسبت نبی کے پُر از حقیقت ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ) (۹)

Marfat.com

مذکورہ بالا تینوں صفات جنہیں فلاسفہ نے انبیا کا خاصہ بتایا ہے، یہ تو عام انسان میں بھی پائی جاسکتی ہیں بلکہ امام ابن تیمیہ کے بقول کسی غیر مسلم میں بھی ریاضت کی بنا پر ایسی فراست پیدا ہوسکتی ہے جو اسے اس کے ہم مذہب جماعت سے ممتاز کر دیتی ہے۔ اور تخیل فی نفسہ حالت نوم میں تو تمام انسانوں کو حاصل ہے ہی، بہت سے لوگوں کو جاگنے کی حالت میں بھی یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے۔
عالم کے مادہ میں تصرف کی قوت تو جنات، شیاطین اور جادوگر کو بھی حاصل ہے، اس لیے یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کو انبیا کی خصوصیت شمار نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۰)

چوں کہ فلاسفہ کے نزدیک عالم کے مادہ میں تصرف نفس کی قوت سے ہے، جو نبی اور ساحر دونوں کو حاصل ہے، اس لیے وہ نبی اور ساحر میں یہ فرق کرتے ہیں کہ نبی خیر کا فرمان جاری کرتا ہے اور ساحر شر کی طرف رہ نمائی کرتا ہے۔ کتاب النبوات ص ۸۴۷ فلاسفہ کے نبی کے بیان کردہ خصائص میں ایسی باتیں ہیں جو کسی عام آدمی میں بھی پائی جاسکتی ہیں جس کا نقصان یہ ہے اگر یہی خصوصیات کسی غیر نبی میں پائی جائیں تو فلاسفہ کی تشریح کی روشنی میں وہ بھی نبی قرار دیا جائے گا اور ایمان بالنبوۃ پر نجات اور کامیابی کا دارومدار ہے، اور جو آدمی اس بارے میں صحیح اور غلط کا فیصلہ نہ کر سکا وہ ہدایت حاصل نہیں کر پائے گا۔

Marfat.com

اسلامی اصطلاحات کی پیوند کاری:

اسلامی دور میں فلاسفہ کو جب انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پہنچیں تو انہوں نے ان کے اور قدیم فلاسفہ کے علوم کے مابین پیوند لگانا چاہا اور اسلامی اصطلاحات یعنی وحی، نبوت، فرشتہ، قیامت، جنت اور دوزخ وغیرہ کو اپنے تراشیدہ معنوں میں استعمال کرنا شروع کردیا۔ اب جو اس حقیقت سے واقف نہ تھا وہ تو اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا کہ یہ جماعت بھی ان سب امور کی قائل تھی، جن کے انبیاء علیہم السلام قائل تھے، مثلاً جب انھوں نے ابن سینا کے کلام میں نبوت، معجزہ وغیرہ کے الفاظ دیکھے تو یہ خیال قائم کرلیا کہ شاید ابن سینا بھی ان سب امور کا قائل تھا، لیکن جب دیکھا جاتا ہے کہ ان الفاظ کی حقیقت اس کے نزدیک وہ نہیں جو انبیاء علیہم السلام کے نزدیک تھی تو پھر محض ان الفاظ کے استعمال کر لینے سے اس کو اسلامی تعلیمات کا حامل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ یہ بھی ثابت نہ کردیا جائے کہ ان الفاظ کی حقیقت بھی وہی ہے جو ادیانِ سماویہ کے نزدیک مسلم تھی۔ (۱۱)

یہ تو قدیم فلاسفہ کا نبی کے بارے میں نظریہ تھا، دور حاضر کے فلاسفہ کا نظریہ بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام خصوصیات کو ایک طرف رکھ کر عبقریت کے لفظ کو متعارف کروانے کے لیے کوشاں ہیں۔

اہل سنت وجماعت کا انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نظریہ:

نبی اور رسول کا تقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اس تقرری میں مخلوق کے مشورے کی نہ ہی رعایت کی جاتی ہے اور نہ یہ انہیں اس کا حق دار سمجھا جاتا ہے۔

Marfat.com

اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس۔ (۱۲)

اللہ فرشتوں اور انسانوں میں رسول اپنی ہی پسند سے بناتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ منصب بہ راہ راست خدا کے انتخاب پر موقوف ہے، بندوں کے سپرد نہیں ہے، اور دوسری بات یہ کہ اس منصب کے لیے تمام مخلوقات میں صرف دو نوع (فرشتے اور انسان) کا انتخاب عمل میں آیا ہے، اس لیے بہ ظاہر جنات میں کوئی رسول نہیں ہوا۔ شاید اس معاملہ میں بھی وہ انسانوں کے تابع ہیں۔ غرض رسالت کا معاملہ رزق کی طرح صرف خدائی تقسیم پر موقوف ہے، اسی لیے جب کفار مکہ نے آں حضرت ﷺ کی رسالت پر رائے زنی شروع کی تو نہایت تحمیق کے لہجہ میں یہ کہ کر ان کو خاموش کر دیا گیا:

اھم یقسمون رحمۃ ربك نحن قسمنا بینھم معیشتھم۔ (۱۳)

یعنی نبوت و رسالت رزق کی طرح خدا کا حق ہے۔ جب رزق کی تقسیم اس نے کسی کے حوالہ نہیں کی، اپنے ذمہ رکھی ہے، تو نبوت کی تقسیم بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔ پھر یہ کہ نبوت ایک رحمت ہے اور رحمت کی تقسیم کا حق رحمٰن ہی کو ہو سکتا ہے، جو خود محتاج ہوں وہ نبوت جیسی بڑی رحمت مالک و قاسم کیسے بن سکتے ہیں۔

اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ (۱۴)

یہ بات خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اسے اپنا رسول کسے بنانا ہے۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ رسالت صرف وہبی ہے، کسبی نہیں، یعنی عبادات و ریاضات سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ جس میں چاہے نبوت و رسالت کی

Marfat.com

اہلیت رکھ دیتا ہے۔ مولانا بدر عالم لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منصب رسالت و نبوت جن خصوصیات کی بنا پر مرحمت ہوتا ہے ان کا علم بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں، اور ان کا انتخاب کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ امام اور امیر کی خصوصیات اور شرائط معلوم ہیں، اس کا انتخاب بھی مسلمانوں کے سپرد ہے، اور اسی لیے ان کے عزل کر دینے سے وہ معزول بھی ہو سکتا ہے۔ (۱۵)

حضرت شاہ ولی اللہ کی نظر میں نبوت کی حقیقت:

حضرت شاہ صاحب کے نزدیک نبوت کے ارکان ثلاثہ یعنی ملوکیت و سیاست، علم و حکمت اور رشد و ہدایت کی فطری اور غیر معمولی استعداد ہیں۔ چناں چہ موصوف ''قرۃ العینین'' میں رقم طراز ہیں:

اگر تم نبی اور اس کے خواص جاننا چاہتے ہو تو یوں سمجھو کہ حیات انسانی کے نظم و نسق کے لیے جن جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بہ یک وقت نبی کی ذات میں تمام انسانوں سے بڑھ کر پیدا فرمائی جاتی ہیں، وہ ایک بادشاہ کی طرح ہوتا ہے، جس کے نفس ناطقہ کی قوتِ عاقلہ اور قوتِ عاملہ کے سائے کے نیچے اہل قلم، بڑے بڑے جرنیل، سیاست دان، کاشت کار، تاجر، اور تمام عالم اپنی اپنی زندگی کے مطابق تربیت حاصل کرتا ہے، اور ہر ہر شعبہ کا نظام اس کے اقوال و افعال کے دم سے قائم رہتا ہے۔ وہ اسی کے ساتھ ایک حکیم بھی ہوتا ہے، جو علم اخلاق و تدبیر

Marfat.com

منزل اور سیاست مدن کا ماہر ہو، وہ حکیم نہیں جو صرف ان علوم کے الفاظ سے آشنا ہو، بلکہ وہ حکیم جس کی یہ تمام صفات طبیعت ثانیہ بن چکی ہوں، حتی کہ اس کے حرکات وسکنات سے یہ علوم ٹپکتے نظر آرہے ہوں۔ وہ ایک مرشد کامل بھی ہوتا ہے، جو جماعت صوفیہ میں مصدر کرامات وخوارق بنا ہوا ہو، اور طاعات وعبادت کے ان تمام طریقوں سے آگاہ ہو جو تہذیب نفس کے لیے ضروری ہیں، اور ان علوم حقہ کا ماہر ہو جن سے کہ انسانوں پر عالم ملک وملکوت کے اسرارِ پنہاں روشن ہوتے ہیں، اور اسی طرح اعمالِ جوارح اور اذکارِ لسانی کے علٰحدہ علٰحدہ تمام خواص سے بھی پورا پورا آشنا ہو۔ وہ جس طرح کہ آسمانوں پر حضرت جبرئیل علیہ السلام تدبیر الٰہی کا جارحانہ اور علومِ الٰہی اخذ کرنے میں واسطہ ہیں' اسی طرح انسانوں میں ان تمام صفات جبرئیلیہ کا مالک بھی ہو، حتی کہ ﴿لا یعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون﴾ (یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اس بات میں جس کا وہ ان کو حکم دیتا ہے، اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کا حکم ہوتا ہے) اس کی شان بن چکی ہو، اور اس طرح اس کی فطرت کو عالم بالا سے وہ مناسبت حاصل ہو کہ علومِ الٰہیہ اور یقین و اطمینان کی نعمت اس کے قلب وقالب پر بہ رہی ہو، اور اس کے یہ سب کمالات اس میں فطری ہوں، کسی معلم اور درس گاہ کے رہین منت نہ ہوں۔ نبی کے ان علوم، اس کی حکمت، اس کے تزکیہ اور اس کے اس نظامی لیاقت کی طرف جس سے کہ وہ ان صفات کے اثرات خدا تعالیٰ کی

Marfat.com

مخلوق میں پھیلاتا ہے۔ ذیل کی آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے:

هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتٰب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين۔ (١٦)

یہ خدا ہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول پیدا فرمایا، جو خود انہی میں کا ہے، پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں، اور ان کو نوارتا ہے، اور سکھلاتا ہے کتاب اور عقل مندی کی باتیں، اور اس سے پہلے وہ کھلی گم راہی میں مبتلا تھے۔

آیت بالا کی روشنی میں آں حضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ کا ایک ورق ملاحظہ فرمایئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ اہم خدمت امیوں میں کس حکمت سے شروع کی گئی اور کس تدبیر و تدبر سے پایۂ تکمیل کو پہنچی جس دور میں آپ تشریف لائے اس وقت ضلالت و ظلمت کی حالت کیا تھی؟ عبادت میں شرک کرنا ان کا دین بن چکا تھا، قیامت کا وہ انکار کرتے تھے اور ملت حنیفیہ کی صورت انھوں نے بالکل مسخ کر ڈالی تھی، پھر آپ ﷺ نے تشریف لا کر کیا کیا؟ عبادات میں شرک کی رسم مٹا دی، قیامت کا وجود ثابت کیا اور ملت حنیفیہ کو تحریفات سے پاک کر کے پھر از سرنو اس کو اصل بنیادوں پر راست فرما دیا۔ اس پر جب عرب کے عوام و خواص نے آپ ﷺ کی مخالفت کی تو آخر کار جہاد کی طاقت سے اس کو دبا دیا، چھوٹی

Marfat.com

> چھوٹی بے سروسامان جماعت کو لے کر جرار لشکروں کا مقابلہ کیا، مگر تائید ربانی سے فتح وکامرانی آپ کے حصہ میں آئی اور شکست و ہزیمت کفار کا حصہ رہا۔ اور ان میں ایسے علوم کے دریا بہا دیے جن سے کہ وہ اس سے قبل قطعاً آشنا نہ تھے یعنی علم قرآن، علم ایمان یعنی ارکان پنج گانہ اسلام وغیرہ۔ علم معاد یعنی احوال برزخ وحشر ونشر جنت و دوزخ، علم احسان جس کو آج کی اصطلاح میں حقیقت اور معرفت کہا جاتا ہے۔ علم شرائع و تدبیر منزل، سیاست مدن، طریق معاش، علم اخلاق، علم آداب، علم فتن یعنی آئندہ واقعات وحوادث کے متعلق خبریں علم فضائل واعمال، علم مناقب، پھر ان علوم کو اس خوبی سے مشرح بیان کیا کہ تھوڑی سی مدت میں قوم کی قوم کا وہ طبعی مذاق بن گئے اور خورد وکلاں ذکی غبی میں کوئی ایسا نہ رہا جس کے دل ودماغ میں وہ نقش کالحجر نہ بن گئے حتی کہ جو آپ کی بعثت سے قبل صحرا نشیں بدو تھے وہ اب مقربین بارگاہ صمدیت اور دنیا کے حکم راں نظر آنے لگے، نبوت جیسی نعمت کی حقیقت اور اس کی برکات کا اسی سے کچھ اندازہ کر لینا چاہیے۔ (۱۷)

ایک سیرت نگار کو جب تک انبیا علیہم السلام کے اوصاف اور ان کے منصب کی ٹھیک ٹھیک معرفت حاصل نہیں ہوگی تب تک وہ ان کے احوال لکھنے سے قاصر رہے گا، اس لیے کہ جس ذات کا وہ تعارف کروانے جا رہا ہے اگر خود ہی اُس سے واقف نہیں ہے تو دوسروں کا راہ بر کیسے بن سکتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) ابن منظور، محمد بن مکرم، مختصر تاریخ دمشق، دمشق: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ ج ۱۲/ ۳۰۱

(۲) عبد اللطیف بن محمد الحسن، اصول وضوابط فی دراسۃ السیرۃ النبویہ الشریفہ، مشمولہ مجلۃ البیان، شمارہ و ج ۱۴۷، ماہ نامہ (مدیر: احمد بن عبد الرحمٰن الصویان) مرکز البحوث والدراسات، ذو القعدہ ۱۴۲۰ھ

(۳) ایضاً

(۴) ایضاً

(۵) ابن قیم جوزی، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، ریاض: دار العاصمہ، ۱۴۱۶ھ، ص ۳۲

(۶) داناپوری، عبد الروف، اصح السیر، ص ۵۲

(۷) ابن تیمیہ، کتاب النبوات، ریاض: مکتبۃ اضواء السلف، ۱۴۳۰ھ، ص ۱۹۵، ۱۹۶

(۸) ایضاً، ص ۶۹۵، ۶۹۶

(۹) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، لاہور: اردو بازار، غزنی سٹریٹ، س ن، ج ۳/ ۱۱۷

(۱۰) ابن تیمیہ، کتاب النبوات، ص ۷۰۲

(۱۱) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ۳/ ۱۱۸

(۱۲) الحج: ۷۵

(۱۳) الزخرف: ۳۲

(۱۴) الانعام: ۱۲۴

(۱۵) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، ۱/ ۱۳۱

(۱۶) الجمعہ: ۲

(۱۷) میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم

Marfat.com

Marfat.com

علومِ سیرت اور اسلوبِ قرآن

قرآنِ کریم کی آیات کا ایک معتد بہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ شک وشبہہ سے بالاتر ہونے کی بنا پر آں حضرت ﷺ کی سیرت کا سب سے معتبر اور مستند ترین سرچشمہ قرآن کریم ہی ہے۔ اسی بنا پر مصادر سیرت کی فہرست میں قرآن کریم کو مصدر اول کی حیثیت حاصل ہے۔ سیرت کے بیان میں اگر قرآن کے اسلوب کو دیکھا جائے تو قرآن کریم متفرق مقامات پر سیرت کے مختلف موضوعات پر تفصیلی اور جزوی معلومات فراہم کرتا ہے۔ سیرت کی بیش تر معلومات پر مشتمل ہونے کی باوجود قرآن کریم سیرت یا تاریخ کی کتاب نہیں ہے، کیوں کہ اس کے نزول کا مقصد لوگوں کی ہدایت اور راہ حق کی طرف رہ نمائی کرنا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

کتاب انزلناہ الیك لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔ (۱)

(اے پیغمبر!) یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے، تا کہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آو، یعنی اُس ذات کے راستے کی طرف جس کا اقتدار سب پر غالب

Marfat.com

ہے، (اور) جو ہر تعریف کا مستحق ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی طرح قرآن کریم نے انبیائے سابقین کے حالات زندگی بھی بیان کیے ہیں، انبیا کے حالات بیان کرنے میں قرآن کریم کا انداز دو طرح کا ہے، اول کہ ایک ہی مقام پر پورے حالات بیان کر دیے، جیسا کے سورت یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی ایک ہی جگہ بیان کر دیے، اور دوسرا ضرورت کے تقاضے کے مطابق متفرق طور پر حالات کا بعض حصہ ایک جگہ اور بعض دوسرے مقام پر بیان کر دیا، جیسا کہ حضرت موسیٰ، حضرت آدم اور دیگر انبیا علیہم السلام کے حالات زندگی متفرق اجزا میں الگ الگ سورتوں میں مذکور ہیں۔

انبیا کے ان قصص کا سیرت طیبہ سے انتہائی عمیق اور متنوع تعلق ہے، ان تمام واقعات میں مشترکہ بات یہ تھی کہ ان قصص سے رسول اللہ ﷺ کو دلی اطمینان ہوتا تھا، قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی اس کیفیت کو تثبیت قلب سے تعبیر کیا ہے:

وكلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك وجاءك في هذه الحق وموعظة وذكرٰى للمؤمنين۔ (٢)

(اے پیغمبر!) گذشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں اور ان واقعات کے ضمن میں تمہارے پاس جو بات آئی ہے وہ خود بھی حق ہے اور تمام مومنوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی بھی ہے۔

ابن عاشور نے ''التحریر والتنویر'' کے مقدمہ میں انبیا کے قصص کے متعلق ایک

Marfat.com

عمدہ نکتہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان قصاری علم اهل الكتاب فی ذالك العصر كان معرفة اخبار الانبياء وايامهم واخبار من جاورهم من الامم فكان اشتمال القرآن على تلك القصص التى لا يعلمها الا الراسخون فی العلم من اهل الكتاب تحديا عظيما لاهل الكتاب وتعجيزا لهم بقطع حجتهم على المسلمين، قال تعالى: ﴿تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا﴾ (۳) فكان حملة القرآن بذالك احقاء بان يوصفوا بالعلم الذى وصفت به احبار اليهود وبذالك انقطعت صفة الاميّة عن المسلمين فی نظر اليهود، وانقطعت السنة المعرضين بهم امة جاهلية وهذه فائدة لم يبينها من سلفنامن المفسرين۔ (۴)

عہد نبوی میں انبیا کے حالات اور ان کے زمانے اور امتوں سے متعلقہ خبریں اہل کتاب کا منتہائے علم تھیں، جب قرآن کریم نے ان قصص کو بیان کر دیا جن کو اہل کتاب کے چوٹی کے علما ہی جانتے تھے تو یہ اہل کتاب کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گیا، اور وہ اپنی اس دلیل کی بنا پر مسلمانوں پر غلبہ پانے سے عاجز آ گئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے پیغمبر!) یہ غیب کی کچھ باتیں ہیں جو ہم تمھیں وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں، یہ باتیں نہ تم اس سے پہلے جانتے تھے نہ تمہاری قوم۔ حاملین قرآن

Marfat.com

اس بات کے زیادہ حق دار تھے کہ انہیں اُس علم کے ساتھ موصوف کیا جائے جس علم کے ساتھ یہود کے احبار متصف تھے۔ اور اسی بنا پر یہودیوں کی نظر میں مسلمانوں سے اُمی ہونے کی صفت زائل ہوگئی، اور مسلمانوں کو جاہل قوم کہنے والوں کی زبانیں بند ہوگئیں۔ اس نکتے کو مجھ سے پہلے مفسرین نے بیان نہیں کیا۔

یہ نکتہ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ عہد رسالت سے قبل اہل کتاب کے ہاں علم سیر الانبیا علوم کی نہ صرف ایک مستقل نوع تھی، بلکہ ان کے علم کا دارومدار اسی نوع پر تھا۔

ابن کثیر مندرجہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يقول تعالى لنبيه صلی اللہ علیہ وسلم هذه القصة و اشباهها ﴿من انباء الغيب﴾ يعنى من اخبار الغيوب السالفة نوحيها اليك على وجهها كانك شاهدها ﴿نوحيها اليك﴾اى نعلمك بها وحياً منا اليك﴿ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا﴾ اى لم يكن عندك ولا عند احد من قومك علم بها،حتى يقول من يكذبك انك تعلمتهامنه بل اخبرك الله بها مطابقة لما كان عليه الامر الصحيح فاصبر على تكذيب من كذبك من قومك واذاهم لك فانا سننصرك ونحوطك بعنايتنا ونجعل العاقبة لك ولاتباعك فى الدنيا والآخرة كما فعلنا بالمرسلين۔ (۵)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمارہے ہیں کہ یہ واقعہ (حضرت نوح علیہ السلام کا) اور اس طرح کے اور واقعات غیب کی خبریں ہیں، ہم وحی کے ذریعے ان گذشتہ واقعات کی خبر آپ کو اس طرح دیتے ہیں گویا کہ یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہورہا ہے، ان واقعات کو پہلے سے نہ ہی آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم، اس لیے آپ کی تکذیب کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ غیب کی خبریں آپ نے اس سے سیکھی ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے امر واقعہ کے مطابق آپ کو معلومات مہیا کی ہیں، آپ اپنی قوم کی تکذیب اور ان کی طرف سے پیش آمدہ تکلیفوں پر صبر کیجئے، کیوں کہ ہماری توجہ اور نصرت آپ کے ساتھ ہے، اور دنیا اور آخرت میں ہماری طرف سے اچھا انجام آپ اور آپ کی اتباع کرنے والوں کے لیے ہے، جیسا کہ گذشتہ پیغمبروں کے ساتھ بھی ہمارا یہی معاملہ رہا ہے۔

اس آیت اور اس کی تفسیر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیا کے قصص کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دلیل کے طور پر بھی بیان کیا ہے کہ یہ قصص ایسے ہیں کہ آپ اور آپ کی قوم میں سے کوئی بھی انہیں نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم کو امر واقعہ کی صحیح طور پر اطلاع دینا آپ کے نبی ہونے کے دلیل اور آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا۔ اور دلائل نبوت اور معجزات کا سیرت طیبہ سے تعلق مخفی بات نہیں ہے۔ اور نبوت کی یہ دلیل صرف آپ کی قوم کے لیے ہی نہیں بلکہ اہل کتاب کے لیے بھی تھی جیسا کہ ابن عاشور نے اس کی وضاحت کی ہے۔

انبیا کے ان قصص کا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تعلق ہے اسی طرح

Marfat.com

علوم ِ سیرت سے بھی ان قصص کا تعلق ہے، اس لیے کہ یہ قصص انبیا کی سیرت کے اجزا ہیں، علوم ِ سیرت سے ان قصص کے تعلق کی جہت وہ اسلوب ہے جو ان انبیا کے احوال بیان کرنے میں اپنایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بیان کردہ واقعات کو جمع کر لیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی جزوی سیرت کا مستند ترین مواد حاصل ہو جائے گا، جیسا کہ دکتور محمد بیومی مہران نے اپنی تالیف ''دراسات تاریخیة من القرآن الکریم'' یہی منہج اختیار کیا ہے۔ موصوف نے قرآن کریم کو بنیاد بناتے ہوئے انبیا کے احوال کو جمع کیا اور اپنی کتاب کے ابواب کو سیرۃ نوح علیہ السلام، سیرۃ ابراہیم علیہ السلام، اور دیگر انبیا کے سیر کے نام سے موسوم کیا ہے۔

انبیا کے واقعات بیان کرنے میں اسلوبِ قرآن سے استدلال کی تائید قرآن کریم میں مذکور لفظ ''القَصَص'' سے ہوتی ہے۔

امام لغت ابن فارس کے مطابق:

القاف و الصاد اصل صحیح یدل علی تتبع الشیء۔ (۶)

اور مرتضیٰ زبیدی رقم طراز ہیں:

القصة بالکسر: الامر، والحدیث، والخبر۔ (۷)

قصہ کی جمع القِصص کاف کے کسرہ کے ساتھ آتی ہے، اور القَصص قاف کے فتحہ کے ساتھ کا معنیٰ بیان کردہ خبر ہے، لیکن اس کا غالب استعمال مصدری معنیٰ میں ہوتا ہے۔ چناں چہ ابن منظور لکھتے ہیں:

القِصص بکسر القاف: جمع القصة التی تکتب۔ والقَصص

Marfat.com

بالفتح الخبر المقصوص، وضع موضع المصدرحتی صار اغلب علیه۔ (۸)

سلیمان محمد ''اتجهات التالیف ومناهجه فی القصص القرآنی'' میں لفظ ''القصص'' کے بارے میں ائمہ لغت کے اقوال نقل کر کے نتیجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاذا کان القِصص- بکسر القاف- جمع قصة فالاشارة بذالك تکون الی الاحداث والاخبارو الامور التی جمعتها القصة وحوتها۔ اما القَصص- بالفتح- فهو الخبر المقصوص، فالاشارة هنا تکون الی طریقة قص الاخبار و عرض الاحداث و هو کما قال الکفوی: "قصص علیه الخبر قصصا بالفتح لا بالکسر"۔ (۹)

القصص قاف کے کسرہ کے ساتھ قصہ کی جمع ہے، اور اس سے ان امور، واقعات، اور اخبار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے جن پر قصہ مشتمل ہے۔ اور القصص قاف کے فتحہ کے ساتھ بیان کردہ خبر کے معنی میں ہے اور اس صورت میں واقعات اور اخبار کے بیان کرنے کے طریقہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

سلیمان محمد کے اس نتیجے کے استنباط کی بنیاد ابو البقا الکفوی کا قول ''قصص علیه الخبر قصصا بالفتح'' ہے۔ (۱۰)

Marfat.com

جو کلیات ابی البقا میں مذکور ہے۔ ابو البقا نے یہ قول ''احسن القصص'' کی تفسیر کے ضمن میں ذکر کیا ہے، چناں چہ موصوف رقم طراز ہیں:

ای نبین لك احسن البیان، و قصص علیه الخبر قصصا بالفتح۔

القصص بفتح القاف سے قصہ کے اسلوب کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس بات کی تائید ابو البقا کے علاوہ ابو حیان کے ''احسن القصص'' کی تفسیر میں بیان کردہ درج ذیل قول سے بھی ہوتی ہے:

والقصص هنا یحتمل الاوجه الثلاثه؛ فان کان المصدر، فالمراد بکونه احسن انه اقتص علی ابدع طریقة، واحسن اسلوب؛ الا تری هذا الحدیث مقتص فی کتب الاولین، و فی کتب التواریخ، ولا تری اقتصاصه فی کتاب منها مقارباً لاقتصاصه فی القرآن، وان کان المفعول فکان احسنه لما یتضمن من العبر والحکم و النکت، و العجائب التی لیست فی غیره، والظاهر انه احسن مایقص فی بابه کما یقال للرجل: هو اعلم الناس، وافضلهم یراد فی فنه۔ (۱۱)

قصص کے معنی میں تین احتمال ہیں، اگر یہ مصدر ہو تو اس کے احسن ہونے سے مراد وہ عمدہ طریقہ اور اسلوب ہے جس کے ساتھ اس قصے کو بیان کیا گیا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ کتب سابقہ اور تاریخ کی کتابوں میں بھی

Marfat.com

اس قصے کا ذکر ہے، لیکن اُن کتب اور قرآن کے انداز بیان میں بہت فرق ہے۔ اور اگر وہ مفعول کے معنی میں ہے تو اس کے احسن ہونے سے مراد وہ عبر، حکمتیں، نکت اور عجائب ہیں جن کو یہ قصہ متضمن ہے۔ اور دیگر قصص میں مذکورہ چیزیں نہیں ہیں، اور ظاہری بات ہے کہ وہ قصص کے باب میں احسن ہے، جیسا کہ جب کسی آدمی کو اعلم الناس وافضلھم کہا جاتا ہے تو اس سے مراد اس آدمی کا فن ہوتا ہے (یعنی جس فن میں اسے دوسروں پر سبقت حاصل ہے)۔

تیسری توجیہ میں ابوحیان نے ایک سے زیادہ اقوال قیل کے صیغہ سے نقل کیے ہیں، جس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ ابوحیان کے نزدیک پہلے دو قول راجح ہیں، اور ان دونوں اقوال پر القصص کا معنی دلالت کرتا ہے۔

ابوحیان کی اس تفسیر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے القصص کا لفظ اسلوب پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مذکورہ واقعہ میں مضامین کیا ہیں، اور مستدل کا ماحصل بھی یہ دونوں باتیں ہیں کہ واقعہ کے مضامین کیا ہیں اور ان کو بیان کرنے کا اسلوب کیا ہے۔

ابن منظور کے مطابق ''القصص'' کا غالب استعمال مصدری معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ اس لفظ کے لغوی معنی کی دلالت کے بیان میں اس کی صراحت ہے، اسی بنا پر ابن منظور نے اس لفظ کی تفسیر بھی احسن البیان سے کی ہے۔ ﴿نحن نقص علیك احسن القصص﴾ ای نبین لك احسن البیان۔ (۱۲)

Marfat.com

سلیمان محمد کی تحقیق کے مطابق ''القصص'' کا لفظ قرآن کریم میں ۶ جگہ استعمال ہوا ہے، اوران تمام مقامات پر یہ قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے، جس سے ان واقعات میں مذکور مضامین اوران واقعات کے اسلوب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (۱۳)

دکتور عبدہ ابرہیم بلبول ''القصص'' کی لغوی تعریفات بیان کرنے کے بعد اُن تعریفات سے نتائج مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاول: ان القصص معناه المتابعةوقد اكد القران الكريم هذا المعنى۔

الثاني: ان هذه المتابعة لا تكون الا عن طريق البيان۔ (۱۴)

قصص کا معنی متابعت ہےاور قرآن کریم میں اس معنی کی تائید ہے، اور یہ متابعت صرف بیان کرنے کے طریقے میں ہی ہوسکتی ہے۔

علومِ اسلامیہ میں سے کوئی بھی علم استقلالی اورفنی حیثیت سے وجود میں آنے سے پہلے جزوی طور پر موجود ہوتا ہے۔اس اعتبار سے علم کی دوصورتیں ہیں:

ایک علم کےاجزا کی صورت

اور دوسری صورت جو مختلف مصادر سے اس علم کے اجزا کو ایک خاص اسلوب کے تحت جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

مؤخر الذکر پر ہی اس علم کا اطلاق ہوتا ہے، اور اجزا کی صورت میں وہ علم جہاں جہاں موجود ہوگا وہ اس علم کے مصادر کہلائیں گے، جیسا کہ علم الفقہ، جزئیات کی صورت میں قرآن کریم میں بھی ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی، لیکن علم الفقہ کا

Marfat.com

اطلاق ان جزئیات پر تب ہوتا ہے جب وہ ایک خاص اسلوب کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوتی ہیں، اور اسی طرح یہ بھی امر لازم نہیں کہ علم اور اس کے مصادر کے اسلوب میں یکسانیت ہو، بلکہ عمومی طور پر علوم اور ان کے مصادر کے اسالیب مختلف ہوتے ہیں اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ دونوں کے مقاصد کا جدا ہونا ہے۔

دوسرے علوم کی طرح علم سیرت اور مصادر سیرت کے اسالیب بھی مختلف ہیں، اور اس اختلاف کی وجہ مقاصد کا مختلف ہونا ہے، علم سیرت کا بنیادی اور اولین مقصد رسول اللہ ﷺ کے احوال زندگی بیان کرنا ہے۔ لہٰذا علم سیرت میں ایک خاص اسلوب (ترتیب زمانی کے ساتھ) رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے وفات تک کے احول اور دیگر امور بیان کیے جاتے ہیں۔

قرآن کریم سیرت طیبہ کا مصدر اول ہے، لیکن چوں کہ بنیادی طور پر وہ کتابِ ہدایت ہے، اس لیے معلومات سیرت فراہم کرنے میں قرآن کریم کا اسلوب علم سیرت کے اسلوب سے جدا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان کرنے میں قرآن کریم کا اسلوب عمومی طور پر تصریحی ہے، جب کہ سیرت کے دیگر مضامین بیان کرنے میں قرآن کریم کے اسلوب کو استدلالی کہا جا سکتا ہے، اور استدلال کی جہات میں بھی تنوع ہے، جس کا تفصیلی ذکر آئندہ ایک مستقل بحث میں آئے گا۔

فنی اعتبار سے علم سیرت کی سب سے زیادہ مشابہت قرآن کریم میں انبیا کے بیان کردہ قصص سے ہے، اور وجہ تشبیہ احوال الرسل کا بیان ہے، کیوں کہ جس طرح انبیا کے قصص اُن کے احوال پر مشتمل ہیں اسی طرح علم سیرت رسول اللہ ﷺ کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس مشابہت کو سامنے رکھتے ہوئے علوم سیرت کا مجموعہ قصص

Marfat.com

کے اسلوب سے دو جہت سے تعلق ہے:

پہلی جہت کا تعلق واقعہ کے طرزِ بیان اور اُس واقعہ کے مضامین سے ہے۔

اور دوسری جہت وہ مقاصد ہیں جن کے لیے انبیا کے قصص کو بیان کیا گیا۔

اس لیے کہ قرآن کریم نے انبیا کے احوال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان مقاصد سے بھی اعتنا کیا ہے جن کے لیے انبیا کے قصص کو بیان کیا گیا ہے، لہٰذا وہ تمام مقاصد سیرت طیبہ کی تحریر و بیان کے مقاصد بھی ہوں گے۔ قرآن کریم کے اسلوب اور علوم سیرت کا درج ذیل تین فصول میں ذکر ہوگا:

۱۔ انبیا کے مجموعہ قصص کا اسلوب اور علم سیرت کی خاکہ سازی

۲۔ مقاصد سیرت

۳۔ نصوص کی مضامین سیرت پر دلالت کی انواع

Marfat.com

فصل اول:

قصص الانبیا کا اسلوب اور علم سیرت کی خاکہ سازی

انبیا کے مجموعۂ قصص کے اسلوب کا علم سیرت کی خاکہ سازی سے تعلق بہ ایں طور ہے کہ قرآن کریم میں انبیا کے مختلف زمانہ کے احوال کا ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ ولادت کے زمانہ کے احوال، نبوت سے قبل کے احوال، نبوت کے بعد کے احوال، انبیا علیہم السلام کے مختلف زمانہ کے احوال کو سامنے رکھتے ہوئے سیرت طیبہ کے نطاقِ زمانی کی تعیین میں مدد ملتی ہے، اور مجموعہ احوال میں پائی جانے والی مشترکہ بات ہی وہ اصل اور قاعدہ ہے جس سے علم سیرت میں استدلال کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں انبیا علیہم السلام کی ولادت کے زمانہ کے تذکرہ کے اسلوب پر غور کیا جائے تو مشترکہ اصل اور قاعدہ کے طور پر یہ بات سامنے آئے گی کہ تمام مقامات پر ولادت کے ذکر سے قبل اس زمانے کے احوال کا اس طور پر نقشہ کھینچا گیا ہے گویا کہ قاری یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ تقسیم زمانی کے علاوہ انبیا کے قصص میں بیان کردہ مضامین بھی ایسی مشترکہ باتوں پر دلالت کرتے ہیں جن سے علم سیرت کی خاکہ سازی اور مضامین کے تعیین میں مدد ملتی ہے۔ مثلاً:

- ولادت مبارکہ کے ذکر سے قبل مقدمات کے طور پر اُس زمانہ اور علاقہ کے

Marfat.com

احوال کو بیان کیا جائے گا۔

- ان مقدمات میں ان احوال کا ذکر ہوگا جن کا ولادت کے ساتھ اتصال زمانی ہے۔
- انبیا کی ولادت مبارکہ کے زمانے میں غیر معمولی واقعات کا رونما ہونا
- اقربا کا تعلق اور اِس تعلق کی نوعیت
- علم سیرت کے مضامین کی تعیینِ جہت
- انبیا کی دعاؤں سے اُن کے احوال کی کیفیات کا علم
- انبیا کے احوال کے ساتھ ساتھ مؤیدین اور مخالفین کا ذکر
- مقاصد سیرت

چناں چہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ (۱۵) حضرت عیسیٰ (۱۶) اور حضرت یحییٰ علیہم السلام (۱۷) کے زمانہ ولادت کے ساتھ ساتھ قبل از ولادت کے احوال کا ذکر کیا ہے، اور قبل از ولادت کے احوال میں صرف وہی احوال ہیں، جو زمانہ ولادت سے متصل ہیں، انبیا کے اُن احوال کا ذکر نہیں ہے، جو ان کو عالم ارواح میں پیش آئے۔ یعنی سیرت کے مقدمات کی ابتدا ان احوال سے ہوگی جو زمینی حقائق سے متعلق ہیں، نہ کہ ان احوال سے جو قبل آفرینش عالم ارواح میں پیش آئے۔ ان احوال کا تعلق فضائل اور دلائل کے ابواب سے ہے اور یہ ابواب بلاشبہ علم سیرت کا حصہ ہیں، لیکن سیرت طیبہ کی ابتدا ان احوال سے نہیں ہوگی۔

انبیا کے قصص میں بیان کردہ مضامین سے علم سیرت کی جہت کی تعیین میں مدد ملتی

Marfat.com

ہے کہ قرآن کریم نے انبیا کے احوال بیان کرتے ہوئے کن مضامین سے اعتنا کیا ہے؟ انبیا علیہم السلام کے قصص میں ایک مشترکہ بات وہ دعائیں ہیں جو انبیا نے مختلف احوال میں اللہ رب العزت سے مانگی ہیں، یہ دعائیں انبیا اور خالق و مالک کے درمیان تعلق کے ساتھ ان کیفیات پر بھی دلالت کرتی ہیں جن کیفیات میں انبیا نے یہ دعائیں مانگیں، اور علم سیرت میں انہی کیفیات کو بیان کیا جاتا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے خزانے کو اور دنیا کے ادب کو دُعاؤں کے ان جوہرات سے مالا مال کیا، جن کی نظیر اپنی آب داری و درخشانی میں صحفِ سماوی کے بعد نہیں مل سکتی، آپ نے اپنے مالک سے ان الفاظ میں دعا کی، جن سے زیادہ مؤثر اور بلیغ الفاظ، جن سے زیادہ موزوں و مناسب الفاظ انسان نہیں لا سکتا۔ یہ دعائیں مستقل معجزات اور دلائل نبوت ہیں، ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں کہ وہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں، ان میں نبوت کا نور ہے، پیغمبر کا یقین ہے، ''عبد کامل'' کا نیاز ہے، محبوب ربّ العالمین کا اعتماد و ناز ہے، فطرت نبوت کی معصومیت و سادگی ہے، دلِ دردمند و قلب مضطر کی بے تکلفی و بے ساختگی ہے، صاحبِ غرض و حاجت مند کا اِصرار و اِضطرار بھی ہے، اور بارگاہِ الوہیت کے اَدب شناس کی احتیاط بھی، دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے، اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین و سرور بھی، درد کا اظہار بھی ہے،

Marfat.com

اور اِس حقیقت کا اعلان بھی کہ ع

دردہا دادی و درمانی ہنوز

پھر پیغمبرِ انسانیت نے دعا میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زمان و مکان میں اِن دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی، اپنے حالات کی نمائندگی، اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا، اور بہت سی وہ ضرورتیں ملیں گی، جن کی طرف آسانی سے ہر انسان کے ذہن کا جانا مشکل ہے۔ (۱۸)

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا سیرت طیبہ سے الفاظ کے اعتبار سے بھی تعلق ہے کہ ان الفاظ کا انتخاب غیر نبی کے بس کی بات نہیں، لہٰذا دعائیں من حیث الالفاظ دلائل النبوۃ اور معجزات میں داخل ہوں گی، اور معانی کا رسول اللہ ﷺ کے احوال اور کیفیات پر دلالت کرنے کے اعتبار سے سیرت طیبہ سے تعلق ہوگا۔

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) ابراہیم:۱

(۲) ہود:۱۲۰

(۳) ہود:۴۹

(۴) ابن عاشور،محمد الطاہر،تفسیر التحریر والتنویر،تیونس:الدار التونسیہ للنشر،۱۹۸۴ء،۱/۶۵

(۵) ابن کثیر،عماد الدین ابو الفدا اسماعیل الدمشقی،تفسیر القرآن العظیم،قاہرہ:مؤسسۃ قرطبہ، ۲۰۰۰ء،۷/۴۴۶

(۶) ابن فارس،ابوالحسین احمد،معجم مقاییس اللغہ،بیروت:دار الفکر،س ن،۵/۱۱

(۷) الزبیدی،تاج العروس،۱۸/۱۰۴

(۸) ابن منظور،لسان العرب،۱۱/۱۹۱

(۹) سلیمان محمد،اتجہات التالیف ومناہجہ فی القصص القرآنی،اردن:جامعۃ الیرموک،مقالہ پی ایچ ڈی،۲۰۰۵ء،ص ۲۵

(۱۰) ابو البقاء،ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی،الکلیات،بیروت:مؤسسۃ الرسالہ،۱۹۹۸ء، ص ۴۳۷

(۱۱) ابو حیان،محمد بن یوسف الاندلسی،تفسیر البحر المحیط،بیروت:دار الکتب العلمیہ،۱۹۹۳ء، ۵/۲۷۹

(۱۲) ابن منظور،لسان العرب،۱۱/۱۹۰

(۱۳) سلیمان محمد،اتجہات التالیف ومناہجہ فی القصص القرآنی،ص ۲۶

(۱۴) ایضاً

Marfat.com

(۱۵) القصص:۱۔۱۳

(۱۶) آل عمران:۳۳۔۳۷،۴۵

(۱۷) آل عمران:۳۸،مریم:۳۔۶

(۱۸) ندوی، ابوالحسن علی، مقدمہ معارف الحدیث از مولانا منظور نعمانی، لکھنؤ: کتب خانہ الفرقان، ۱۹۷۸ء،۵/۵۔۶

Marfat.com

فصل دوم:

مقاصد سیرت

قرآن کریم نے انبیا کے احوال محض تاریخی واقعہ کے طور پر نقل نہیں کیے، بلکہ ان واقعات کے پیش نظر مقاصد اس طور پر ذکر کیا ہے کہ تمام انبیا کے احوال کے لیے اُن مقاصد کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب تمام انبیا کے احوال کے لیے وہ مقاصد ثابت ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے لیے بہ طریق اولیٰ ثابت ہوں گے۔ قصص انبیا کے مقاصد پر دلالت کرنے والی چند آیات درج ذیل ہیں:

ا۔ ﴿وکلا نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك وجاءك فی هذه الحق وموعظة وذکری للمؤمنین﴾ (۱)

(اے پیغمبر!) گذشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات ہم تمھیں سنا رہے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں اور ان واقعات کے ضمن میں تمہارے پاس جو بات آئی ہے وہ خود بھی حق ہے اور تمام مومنوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی بھی ہے۔

یہ آیت درج ذیل مقاصد پر دلالت کرتی ہے:

(۱) انباء الرسل سے تثبیت قلب ہوتی ہے۔

Marfat.com

(۲) انباء الرسل میں واقعہ کی صحیح صورت حال کو بیان کیا جائے۔

(۳) انباء الرسل میں مومنین کے لیے ''موعظہ'' ہے۔

(۴) انباء الرسل میں مومنین کے لیے ''ذکریٰ'' ہے۔

ان مقاصد کا تمام انبیا کی سیرت میں پائے جانے پر لفظ ''کلاً'' دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے لیے ان کا ثبوت بہ طریق اولیٰ ہوگا۔

ابو حیان کے مطابق ''ھذہ'' کا مشار الیہ انباء الرسل ہے۔ اور الحق سے مراد یہ ہے کہ ان اخبار میں واقعہ کی صحیح صورت حال کو بنا تحریف و تغیر کے بیان کیا گیا ہے، چناں چہ لکھتے ہیں:

والاشارة بقوله (فی ھذہ) الی انباء الرسل التی قصھا الله تعالی علیه،ای:النبا الصدق الحق الذی ھو مطابق بما جری لیس فیه تغییر ولا تحریف۔ (۲)

امام فخر الدین رازی ''موعظة'' اور ''ذکری'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واما الذکری: فھی اشارة الی الارشاد الی الاعمال الباقیة الصالحة۔

واما الموعظة : فھی اشارة الی التنفیر من الدنیا وتقبیح احوالھا فی الدار الآخرة۔ (۳)

ذکریٰ سے باقی رہنے والے نیک اعمال کی رہ نمائی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اور موعظہ سے دنیا کی نفرت اور دار آخرت میں دنیا کے قبیح

Marfat.com

احوال کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

۲۔ ﴿لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شیء وھدی ورحمة لقوم یؤمنون﴾ (۴)

یقیناً ان کے واقعات میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے بڑا عبرت کا سامان ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو جھوٹ موٹ گھڑ لی گئی ہو، بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں آچکی ہیں ان کی تصدیق ہے اور ہر بات کی وضاحت، اور جو لوگ ایمان لائیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت کا سامان!

علامہ زمخشری کے مختار قول کے مطابق ''قصصھم'' میں ''ھم'' ضمیر کا مرجع الرسل ہے، جس کی دلیل وہ قراءت ہے جس میں قصص کو قاف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ چناں چہ موصوف رقم طراز ہیں:

الضمیر فی ﴿قصصھم﴾ للرسل ؛ وینصرہ قراء ۃ من قرا: ﴿فی قصصھم﴾ بکسر القاف۔ (۵)

ابن منظور افریقی عبرۃ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العبرۃ :الاعتبار بما مضی،وقیل العبرۃ الاسم من الاعتبار۔ (۶)

امام فخر الدین رازی اعتبار کا معنی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اعلم ان الاعتبار عبارۃ عن العبور من الطرف المعلوم الی الطرف المجھول ،والمراد منه التامل والتفکر۔ (۷)

Marfat.com

تو جان لے کہ اعتبار جہتِ معلوم سے جہتِ مجہول کی طرف سفر کا نام ہے اور اس سے مراد غور و خوض اور تفکر و تدبر ہے۔

علامہ زمخشری اور امام فخر الدین رازی کے اقوال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس آیت میں اہل عقل و دانش کو انبیا کے قصص میں تدبر اور غور خوض کا حکم دیا گیا ہے۔ جب باقی انبیا کے قصص میں غور و خوض کا حکم ہے تو قصص سیرت میں تدبر و تفکر کا حکم بہ طریق اولیٰ ہوگا۔

۳۔ ﴿لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ﴾ (۸)

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

مندرجہ بالا آیات اور ان کی تشریحات سے سیرت طیبہ کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے تثبیت قلب کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے اعمال صالحہ کی طرف رہ نمائی ہوتی ہے۔

۳۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے دل میں دنیا کے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ سیرت طیبہ میں تدبر اور غور و خوض کر کے عبرت حاصل کرنا۔

۵۔ سیرت طیبہ سے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اقتدا کے لیے رہ نمائی حاصل کرنا۔

ذکر کردہ مقاصد سیرت میں سے ہر مقصد کی متعدد جہات ہیں، اور ہر مقصد اپنی تمام جہات کے ساتھ علم سیرت کی انواع میں سے ایک نوع ہے۔ عصر حاضر میں ''فقہ السیرۃ'' کے عنوان سے لکھی جانے والی کتب کا تعلق مقصد رابع سے ہے۔ اور ان کتب میں اسی مقصد کی مختلف جہات سے بحث کی جاتی ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) ہود:۱۲۰

(۲) ابوحیان، محمد بن یوسف الاندلسی، تفسیر البحر المحیط، ۵/۲۷۴

(۳) الرازی، محمد فخر الدین، التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۱ء، ۸۲/۱۸

(۴) یوسف:۱۱۱

(۵) الزمخشری، جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر، الکشاف، ریاض: مکتبۃ العبیکان، ۱۹۹۸ء، ۳۳۱/۳

(۶) ابن منظور، لسان العرب، ۹/۱۸

(۷) الرازی، محمد فخر الدین، التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، ۲۳۲/۱۸

(۸) الاحزاب:۲۱

Marfat.com

Marfat.com

فصل سوم:

مصطلحات السیرۃ

سیرت طیبہ کی تعدد جہت کو مدنظر رکھا جائے تو علم سیرت کی مصطلحات اوران کی اقسام میں تنوع نظر آئے گا۔ دکتور محمد بن صالح نے سیرت طیبہ کی زمان، مکان اور موضوع کے اعتبار سے درج ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

النطاق الزمانی للسیرۃ النبویۃ

السیرۃ النبویۃ فی نطاقھا الزمانی تشمل الفترۃ من ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل وحتی وفاتہ فی الثانی عشر من شھر ربیع الاول من السنۃ الحادیۃ عشرۃ من الھجرۃ النبویۃ۔ (1)

سیرت نبویہ نطاق زمانی کے اعتبار سے عام الفیل میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے بارہ ربیع الاول ہجرت کے گیارھویں سال آپ ﷺ کے وصال تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔

اورنطاق زمانی کے اعتبار سے سیرت طیبہ کی تین اقسام بیان کرتے ہیں:

السیرۃ النبویۃ اذا نظر الیھا من حیث الزمن فانھا تنقسم الی ثلاثہ اقسام:

Marfat.com

القسم الاول: من الولادة حتى البعثة؛ وتمثل اربعين سنة ويدرس في هذا القسم حال العرب والجزيرة قبل بعثة النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاطوار التى مرت به مكة المكرمة فانها بيئة السيرة النبوية وتمهيدا لها، والاحداث المتعلقة بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل البعثة۔ (۲)

زمانے کے اعتبار سے سیرت نبویہ کی تین اقسام ہیں؛ پہلی قسم ولادت سے بعثت تک، چالیس برس کے عرصے پر محیط ہے، اس قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مکہ مکرمہ کے احوال، جزیرۂ عرب اور عرب قوم کی حالت کا ذکر ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ احوال سیرتِ نبویہ سے متصل اور اس کی تمہید ہیں، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے پہلے کے احوال کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

القسم الثاني: من البعثة ونزول الوحي عليه صلی اللہ علیہ وسلم في غار حراء حتى هجرته الى المدينة۔ (۳)

دوسری قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور غارِ حرا میں نزولِ وحی سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت تک (کے عرصے پر مشتمل ہے)۔

القسم الثالث: من وصوله الى المدينة حتى الوفاة۔ (۴)

اور تیسری قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے وصال تک کے دور کو شامل ہے۔

Marfat.com

النطاق المكانی للسیرة النبویة

اس اصطلاح کی وضاحت میں موصوف نے رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ میں بعثت اور مدینہ منورہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت اور جزیرۂ عرب کا اسلام کے پرچم تلے جمع ہونا اور ملوک کی طرف آپ ﷺ کے خطوط اور دیگر امور کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

موضوعات کے اعتبار سے علم سیرت کی تین اقسام ذکر کی ہیں:

القسم الاول: "الشمائل، الاخلاق والخصائص النبوية"

القسم الثانی: "دلائل النبوة"

القسم الثالث: "السیر والمغازی" (۶)

دکتور محمد بن صامل الشمائل النبویہ کی دو ذیلی اقسام اور دلائل النبوۃ کی چار ذیلی اقسام ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشمائل علی نوعین:

النوع الاول: الصفات الخَلقِيّة، ای الصفة التی خلقه الله عليها من حيث طوله وهيئة جسمه ولونه وكذا صفة جلوسه ومشيئتة وكلامه ونومه ولباسه۔

النوع الثانی: الصفات الخُلُقِيّة، ای الآداب والاخلاق التی تادب بها رسول الله ﷺ وهذه الصفات كثيرة؛ منها الكرم، والشجاعة، والحياء، والعفو، والحلم۔ (۷)

شمائل کی دو قسمیں ہیں:

Marfat.com

قسم اول: اوصافِ خِلقی ہیں، یعنی وہ وصف جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیدا کیا، بہ اعتبار قد و قامت، جسمانی ہیئت، رنگ، اسی طرح وہ اوصاف جو آپ ﷺ کے بیٹھنے، چلنے، گفتگو، سونے اور لباس سے متعلقہ ہیں۔

قسم دوم: اخلاقی اوصاف، یعنی وہ اخلاق و آداب جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیے تھے، اِن اوصاف کی تعداد کافی زیادہ ہے، جیسا کہ سخاوت، شجاعت، حیا، درگزر اور بردباری۔

دلائل نبوت کی وقوع کے اعتبار سے چار اقسام ہیں:

۱۔ ما وقع قبل البعثة

۲۔ ما وقع على يده بعد البعثة حتى توفاه الله

۳۔ ما وقع بعد وفاته صلی اللہ علیہ وسلم مما اخبر انه سيقع فوقع كما اخبر

۴۔ ما لم يقع حتى الآن، ولكنه بوقوعه مستقبلا (۸)

یعنی

۱۔ وہ دلائل جن کا وقوع بعثت سے قبل ہوا۔

۲۔ وہ دلائل جو بعثت کے بعد سے وفات تک کے عرصے میں واقع ہوئے۔

۳۔ جن امور کے واقع ہونے کی آپ ﷺ نے خبر دی تھی، وہ آپ کی خبر کے مطابق واقع ہو گئے۔

۴۔ وہ دلائل جن کا ابھی تک وقوع نہیں ہوا، لیکن آئندہ زمانے میں واقع ہوں گے۔

Marfat.com

مضامین سیرت کی ثبوت کے اعتبار سے اقسام

سیرت طیبہ کی مضامین کے ثبوت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(۱) السیرۃ القطعیۃ

(۲) السیرۃ الصحیحیۃ

(۳) السیرۃ الظنیۃ

۱-السیرۃ القطعیۃ

اس قسم کے تحت سیرت کے وہ مضامین آئیں گے جو نصِ قطعی سے ثابت ہوں۔

۲-السیرۃ الصحیحیۃ

سیرت کے وہ مضامین جن کی جانب صدق راجح ہو۔

۳-السیرۃ الظنیۃ

اس قسم کے تحت سیرت کے وہ مضامین آئیں گے جن کے ثبوت میں کسی وجہ کی بنا پر ضعف پیدا ہو گیا ہو۔

ذکر کردہ ہر قسم کی ذیلی اقسام درج ذیل ہیں:

السیرۃ القطعیۃ کی اقسام:

(۱) المُصرّحۃ

(۲) الاستنتاجیۃ

(۳) القطعی بثبوت نفس الحدث

Marfat.com

ا۔المُصرّحة:

سیرت کی وہ مضامین جن کے اثبات کے لیے کسی تشریح وتوضیح کی ضرورت نہ ہو۔ مثلاً قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف پر مشتمل اکثر آیات کا تعلق اسی قسم سے ہے:

ا- انما انت نذیر۔ (۹)

۲- وما ارسلناك الا مبشرا ونذیرا۔ (۱۰)

۲۔الاستنتاجية:

سیرت کے وہ مضامین جو نص سے نتیجے کے طور پر سمجھ آئیں:

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔ (۱۱)

اور ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا، خود اُس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔

اس آیت میں اللہ رب العزت کی سنت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوموں کی طرف رسول انہی کی زبان میں بھیجے۔ اور اس آیت کا نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان بھی عربی تھی، اس لیے کہ آپ ﷺ کی بعثت قوم عرب میں ہوئی۔ مجد الدین فیروز آبادی نے اس جہت کی طرف بہ ایں طور اشارہ کیا ہے:

ذکره الله تعالی فی سبعة آلاف موضع من هذا الکتاب الکریم الذی هو افضل الکتب تصریحا و تعریضا و کنایة، واشارة واخباراً وخطاباً وحکایة۔ (۱۲)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سات ہزار مقامات پر تصریحاً، تعریضاً، کنایۃً، اشارۃً، خبر دیتے ہوئے، خطاب کرتے ہوئے اور حکایت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔ القطعي بثبوت نفس الحدث:

سیرت کے وہ واقعات جن کا نفس وقوع نص قطعی سے ثابت ہے۔

اس قسم میں سیرت کے وہ تمام واقعات شامل ہوں گے جن کے بارے میں قرآن کریم کی آیات کا نزول ہوا، اور نازل شدہ آیات میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے، مثلاً:

۱۔ یاایها النبی لم تحرم ما احل الله لك۔ (۱۳)

۲۔ ما كان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشركین ولو كانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم۔ (۱۴)

یہ بات نہ تو نبی کو زیب دیتی ہے، اور نہ دوسرے مومنوں کو کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ اُن پر یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی لوگ ہیں۔

پہلی آیت سے اُس واقعہ کا نفس ثبوت ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیا ہے، اور دوسری آیت میں اس واقعہ کا نفس ثبوت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی مشرک رشتہ دار کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے۔

Marfat.com

علم سیرت میں کسی واقعہ کے اجزا کو جمع کر کے ایک پورے واقعہ کی صورت میں ذکر کیا جاتا ہے اور ان اجزا کا ثبوت کبھی تو یکساں نوعیت کا ہوتا ہے اور کبھی ایک ہی واقعہ کے اجزا کے ثبوت میں تنوع ہوتا ہے۔ اجزا کے ثبوت میں یکسانیت اور تنوع کے اعتبار سے ایک ہی واقعہ کی صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) القطعي كاملاً

(۲) الصحيح كاملا

(۳) الظني كاملا

(۴) من نفس ثبوته قطعيا، وتفصيله صحيحا

(۵) من نفس ثبوته صحيحا، ومفصلا تاريخيا

(۶) مجتمعة القطعية، والصحة، والظنية

(۱) القطعي كاملا

یعنی پورے واقعے کا ثبوت نص قطعی سے ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ سورت احزاب میں مذکور ہے۔

(۲) الصحيح كاملا

پورا واقعہ حدیث صحیح سے ثابت ہو، جیسا کہ غار حرا میں نزول وحی کا واقعہ

(۳) الظني كاملا

مثلاً: ۴۹ نکات پر مشتمل میثاق مدینہ کی دستاویزی تحریر

Marfat.com

(۴) من نفس ثبوته قطعیا، و تفصیله صحیحا

سیرت طیبہ کے وہ واقعات جن کا نفس ثبوت نص قطعی سے ہو، اور اُس واقعہ کی تفصیلات احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں۔ مثلاً یا ایها النبی لم تحرم ما احل اللّٰہ لك۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے اُس واقعہ پر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس آیت کا شان نزول یہ ہے:

عن عائشة رضی الله عنها، قالت: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یشرب عسلا عند زینب بنت جحش، ویمکث عندها، فواطیت انا وحفصة علی: ایتنا دخل علیها فلتقل له: اکلت المغافیر، انی وجدت منك ریح مغافیر، قال: لا، ولکنی کنت اشرب عسلا عند زینب بنت جحش، فلن اعود له، و قد حلفت ،لا تخبری بذالك احدا۔ (۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں وہ کہے گی: آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے، چناں چہ ایسا ہی ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے، اور قسم کھائی کہ آئندہ شہد نہ پیوں گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئی ہوئی تھیں، جب وہ واپس تشریف لائیں تو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حجرہ اور بستر پر موجود پایا، اس بات سے انھیں شدید غیرت محسوس ہوئی، اور وہ حضرت ماریہ قبطیہ کے نکلنے کا انتظار کرنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھیج دیا، اور حضرت حفصہ کو خوش کرنے کے لیے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ (۱۶)

ابن جریر اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والصواب من القول فی ذالك ان یقال: ان الذی حرمه النبی صلی الله علیه وسلم علی نفسه شیئا کان الله قد احله له، وجائز ان یکون ذالك کان جاریته، وجائز ان یکون کان شرابا من الاشربة۔ (۱۷)

اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کسی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا، وہ حلال چیز آپ کی باندی بھی ہوسکتی ہے، اور مشروبات میں سے کوئی مشروب بھی۔

ابن جریر کے مطابق دونوں واقعات کا وقوع ممکن ہے، لیکن اگر سنۃ اللہ کو دیکھا جائے تو اس آیت کا تعلق حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اوپر حرام کیا، تو حضرت ماریہ کو اس نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے دلی صدمہ ہوا ہو، اور اس دلی صدمے پر ان آیات کا نزول ہوا ہو، جیسا کہ اس کی نظیر سورت عبس اور سورت مجادلہ کی ابتدائی آیات ہیں۔

Marfat.com

خلاصۂ کلام یہ کہ واقعہ کا نفس ثبوت نص قطعی سے ہے اور واقعہ کی تفصیل حدیث صحیح سے ہے۔

(۵) من نفس ثبوته صحيحا، ومفصلا تاريخيا

سیرت کے وہ مضامین جن کا نفس ثبوت حدیث صحیح سے ہو اور تفصیل تاریخ سے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبی تعلق کا ثبوت:

عن واثلة بن الاسقع، قال: قال رسول اللّٰه: ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل، واصطفى من ولد اسماعيل بني كنانة، واصطفى من بني كنانة قريشًا، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم۔ (۱۸)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل کا انتخاب کیا، اور حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا، اور بنو کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا، اور قریش سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا، اور بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ کا اجمالی بیان ہے اور کتب سیرت اور تاریخ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

(۶) مجتمعة القطعية، والصحة، والظنية

سیرت کے وہ واقعات جن کے اجزا میں صحت، قطعیت، اور ظنیت تینوں درجات پائے جائیں، جیسا کہ اسرا اور معراج کے واقعہ میں۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) السلمی، محمد بن صالح، السیرۃ النبویہ، بیروت: دار ابن الجوزی، س ن، ص ۲۸

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً، ص ۲۹

(۴) ایضاً، ص ۲۹

(۵) ایضاً، ص ۲۶

(۶) ایضاً، ص ۲۹

(۷) ایضاً، ص ۳۰

(۸) ایضاً، ص ۳۴

(۹) ہود: ۱۲

(۱۰) الاسراء: ۱۰۵

(۱۱) ابراہیم: ۴

(۱۲) فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، بصائر ذوی التمییز، قاہرہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء، ۶/ ۱۷

(۱۳) التحریم: ۱

(۱۴) التوبہ: ۱۱۳

(۱۵) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، سورت التحریم، ص ۹۶۷، رقم الحدیث: ۴۹۱۲

(۱۶) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، قاہرہ: دار ہجر، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ۲۳/ ۸۶

(۱۷) ایضاً، ۲۳/ ۸۹

(۱۸) مسلم، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب نسب النبی ﷺ، ص ۹۳۵، رقم الحدیث: ۲۲۷۶

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول:

روایاتِ سیرت ذکر کرنے میں قدیم سیرت نگاروں کے مناہج

محدثین اور اصحاب المغازی دونوں ہی سند کے ساتھ متن کا ذکر کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود محدث اور صاحب المغازی میں فرق کیا گیا، اور اگر کبھی ایک ہی آدمی کو محدث بھی کہا گیا اور صاحب المغازی بھی، یعنی دونوں صفات کو الگ الگ شمار اور ذکر کیا گیا۔ محدثین نے بھی مغازی کی روایات ذکر کیں ہیں، لیکن ان کے لیے اصحاب المغازی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا، صحیح بخاری میں مغازی کی روایات ہیں بلکہ صحاح ستہ میں روایات مغازی کا سب سے زیادہ ذخیرہ ''صحیح بخاری'' میں ہے، لیکن امام بخاری کو صاحب المغازی نہیں کہا گیا، امام حاکم نے ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں مغازی کو علوم الحدیث کا ایک جز قرار دیا، تو جب مغازی حدیث کا جز ہے تو پھر اصحاب المغازی کی اصطلاح کیوں کر وجود میں آئی؟

درحقیقت ان تمام باتوں میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ ہر بات اپنی جگہ درست ہے۔ مغازی علم حدیث کا جز بھی ہے، جیسا کہ امام حاکم نے کہا، اور مغازی علم حدیث سے جدا بھی ہے، جس کی بنا پر اہل مغازی کی اصطلاح وجود میں آئی، اصحاب الحدیث اور اصحاب المغازی کے درمیان منہجِ تقطیع اور تجمیع کا فرق ہے۔

Marfat.com

تقطیع اور تجمیع:

تقطیع اور تجمیع دو منہج ہیں، جن کا تعلق روایت کے متن سے ہے۔ محدثین نے روایت کے متن میں تقطیع کے منہج کو اختیار کیا، چناں چہ محدثین کے ہاں کثرت سے تقطیع کی مثالیں ملتی ہیں کہ وہ ایک ہی روایت کا بعض حصہ ایک جگہ اور بعض دوسری جگہ نقل کرتے ہیں کبھی تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک موضوع سے متعلق ہے، جب کہ دوسرا حصہ دوسرے موضوع سے متعلق، تو ہر حصے کو موضوع کے اعتبار سے متعلقہ باب میں درج کر دیتے ہیں اور کبھی ایک روایت کی مختلف اسناد ہوتی ہیں تو کسی باب میں ایک سند سے اور دوسرے باب میں دوسری سند سے ذکر کر دی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے ہدی الساری کی فصل ثالث میں امام بخاری کے منہج تقطیع اور اس کے اسباب کو بیان کیا ہے۔

جب کہ اہل مغازی نے تجمیع کے منہج کو اختیار کیا، یعنی ایک واقعہ سے متعلق تمام روایات کو ایک جگہ جمع کر کے ایک مربوط واقعہ کی شکل میں ذکر کیا، لہٰذا مغازی کی روایات میں جن حضرات نے تقطیع کا منہج اختیار کیا انہیں مغازی کی روایات ذکر کرنے کے باوجود محدث ہی کہا گیا، اور جن حضرات نے تجمیع کے منہج کو اختیار کیا وہ اہل مغازی کہلائے، اگر چہ دیگر ابواب میں وہ بھی محدثانہ شان کے مالک تھے، جیسا کہ عروہ بن زبیر اور ابن شہاب زہری۔ اہل مغازی کو صرف اس لیے اہل مغازی نہیں کہا گیا کہ انہوں نے مغازی کی روایات بیان کیں، اس لیے کہ اگر اس وجہ سے انہیں اہل مغازی کہا گیا ہوتا تو پھر سارے محدثین ہی اہل مغازی ہیں، بلکہ اہل مغازی کا

Marfat.com

مغازی کی روایات بیان کرنے میں خاص اسلوب اختیار کرنے کی بنا پر انہیں اہل مغازی کہا گیا۔

مغازی کی روایات میں تجمیع کا منہج سب سے پہلے عروہ بن زبیر نے اختیار کیا، اور منہج تجمیع کی دوصورتیں متعارف کروائیں:

۱۔ الاسناد الجمعی

۲۔ مرسل جمعی

الاسناد الجمعی:

ایک سے زیادہ افراد سے ایک متن اس طرح نقل کرنا کہ ایک کے قول کا دوسرے کے قول سے امتیاز نہ ہو سکے۔ جیسا کہ امام احمد کا ابن اسحاق کے بارے میں درج ذیل قول سے ظاہر ہے:

یحدث عن جماعة بالحدیث الواحد ولا یفصل کلام ذا من کلام ذا۔ (۱)

ایک جماعت سے ایک حدیث اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایک کا کلام دوسرے سے جدا نہیں ہوتا۔

عروہ بن زبیر کا مغازی کی روایات میں تجمیع کی قسم اول ''الاسناد الجمعی'' اختیار کرنے کی چند امثلہ درج ذیل ہیں۔ روایات کی طوالت کے پیش نظر صرف محلِ استشہاد ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے:

Marfat.com

پہلی مثال:

حدثنا یزید بن ھارون، اخبرنا محمد بن اسحاق بن یسار، عن الزھری محمد بن مسلم بن شھاب، عن عروۃ بن الزبیر، عن المسور بن مخرمہ ومروان بن الحکم، قالا: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ یرید زیارۃ البیت، لا یرید قتالا۔ (۲)

عروہ بن زبیر' مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں، ان دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے نکلے تھے نہ کہ لڑائی کے ارادے سے۔

دوسری مثال:

حدثنا یعقوب، حدثنا ابن اخی ابن شھاب، عن عمہ، قال: وزعم عروۃ بن الزبیر ان مروان ومسور بن مخرمۃ اخبراہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام حین جاء ہ وفد ھوازن مسلمین، فسالوا ان یرد الیھم اموالھم وسبیھم۔ (۳)

عروہ بن زبیر کے گمان کے مطابق مروان اور مسور بن مخرمہ نے انہیں خبر دی ہے کہ قبیلہ ہوازن کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، تو انہوں نے اپنے مال اور قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

Marfat.com

تیسری مثال:

حدثنا سفیان بن عیینة، عن الزهری، عن عروة بن الزبیر، عن مروان والمسور بن مخرمة یزید احدهما علی صاحبه۔ (۴)

عروہ بن زبیر مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کی ہے، اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کچھ زیادہ بیان کیا ہے۔

چوتھی مثال:

حدثنا عبد الرزاق، عن معمر، قال الزهری: اخبرنی عروة بن الزبیر، عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحکم یصدق کل واحد منهما حدیث صاحبه۔ (۵)

عروہ بن زبیر مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کی ہے، اُن میں سے ہر ایک کی بات دوسرے کی بات کی تصدیق کرتی ہے۔

پانچویں مثال:

حدثنا عبد الله، حدثنا ابو عثمان سعید بن یحیی بن سعید ابن ابان بن سعید بن العاص، حدثنی ابی، حدثنا محمد بن اسحاق عن محمد بن جعفر بن الزبیر، قال: سمعت زیاد بن ضمرة بن سعد السلمی یحدث عروة بن الزبیر، قال: حدثنی ابی وجدی وکانا قد شهدا حنینا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (۶)

Marfat.com

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اور دادا نے بیان کیا، اور یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھے۔

عروہ بن زبیر نے اسناد جمعی کے طریقہ سے روایت بیان کرنے کے دو مقصد بھی بیان کیے ہیں:

۱۔ یصدق کل واحد منهما حدیث صاحبه

یعنی مروان اور مسور بن مخرمہ میں سے ہر ایک کی حدیث دوسرے کی تصدیق کرتی ہے، یعنی اسناد جمعی سے تمام روایات میں مشترکہ مضمون کی تعیین ہو جاتی ہے، اگرچہ واقعہ کی تفصیل میں کچھ کمی زیادتی بھی ہو۔

۲۔ یزید احدهما علی صاحبه

ان میں سے ایک کی حدیث میں دوسرے کی حدیث سے زیادتی بھی تھی۔ یعنی ان جزئیات کی بھی تعیین ہو جاتی ہے جن میں ہر روایت دوسری روایت سے منفرد ہے اور اس سے واقعہ کی تفصیل میں واقع کمی کا تدارک بھی ہو جاتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ عروہ بن زبیر نے اسناد جمعی کا طریقہ اپنے استاد حضرت عبداللہ بن عباس سے لیا ہو، اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسناد جمعی سے روایات نقل کی ہیں:

۱۔ عن ابن عباس، حدثنی رجال مرضیون، فیهم عمر، وقال عفان مرة: شهد عندی رجال مرضیون، وارضاهم عندی عمر، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا صلاة بعد صلاتین: بعد الصبح حتی تطلع الشمس، وبعد العصر حتی تغرب الشمس۔ (۷)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے کچھ آدمیوں نے بیان کیا، جو میرے نزدیک پسندیدہ تھے، جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور عفان نے اس روایت کو ایک مرتبہ یوں بھی نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ میرے پاس چند پسندیدہ لوگ آئے، جن میں میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نمازوں کے بعد نماز نہیں ہے، فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

۲۔ عن ابن عباس، حدثنی رجال من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انهم جلوسا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات لیلة اذ رمی بنجم۔ (۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چند اصحاب رسول نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک رات وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، تو ستارے سے کسی کو مارا گیا۔

لیکن عروہ بن زبیر نے اپنی فقیہانہ بصیرت کی بنا پر اسناد جمعی کو مغازی کی روایات سے خاص کیا، عروہ بن زبیر کی فقہی بصیرت کا اندازہ ان مندرجہ بالا مقاصد سے ہوتا ہے، جن کی بنا پر انھوں نے اسناد جمعی کے طریقے سے مغازی کی روایات بیان کیں۔ چوں کہ وہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے، اس لیے انہیں اس بات کا بہ خوبی اندازہ تھا کہ مغازی کی روایات میں تکمیل واقعہ کے لیے جزئیات کا استقصا بھی

Marfat.com

مطلوب ہے، اور یہ اِستقصا تجمیع کے منہج کو اختیار کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ علم مغازی کی تدوین کا سہرا ایک فقیہ کے سر پر ہے، جس نے علم المغازی کو نہ صرف ایک مستقل علم کی شکل دی بلکہ اس کی روایت کے اصول بھی وضع کیے۔ اور بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے عروہ بن زبیر کے منہج اور اصول کو اختیار کرتے ہوئے اور علم سیرت کو مزید ترقی دی اور نقد کے اصولوں میں اضافہ بھی کیا۔

امام ابن شہاب زہری اور اسناد جمعی:

عن ابن شهاب، قال: اخبرني عروة بن الزبير، وسعيد بن المسيب، وعلقمة بن وقاص، وعبيد الله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن حديث عائشة رضى الله عنها، زوج النبى صلى الله عليه وسلم حين قال لها اهل الافك ما قالوا، فبراها الله مما قالوا، و كل حدثنى طائفة من الحديث، وبعضهم اوعى له من بعض، الذى حدثنى عروة عن عائشة رضى الله عنها۔ (۹)

ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر، سعید بن المسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بارے میں خبر دی، جب کہ اہل افک اُن کے بارے میں جو کہنا تھا کہہ چکے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی باتوں سے بری کر دیا تھا۔ پوری جماعت نے مجھے یہ واقعہ بیان

Marfat.com

کیا، اوران میں سے بعض بعض سے قوت حافظہ میں زیادہ ہیں۔ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں بیان کیا۔

اس روایت کو امام بخاری، ابن اسحاق کے علاوہ متعدد راویوں نے ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے۔ ابن حجر نے اس روایت کے تقریباً تمام طرق کی تفصیل "فتح الباری" میں ذکر کی ہے، لیکن اس روایت کے نقل کرنے میں ابن اسحاق اور امام بخاری نے جداگانہ اسلوب اختیار کیا، اور مغازی کی روایات میں اسی جداگانہ اسلوب نے محدثین اور اصحابِ سیر کو دو الگ صفوں میں تقسیم کیا ہے۔

منہج البخاری:

۱۔ امام بخاری نے سند میں اس بات کی وضاحت تو کر دی کہ ابن شہاب زہری نے یہ روایت عروہ بن الزبیر، سعید بن المسیب، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ چاروں حضرات سے من حیث المجموعہ نقل کی ہے، جیسا کہ ابن حجر نے اس کی وضاحت کی ہے:

وحاصله ان جميع الحديث عن مجموعهم لا ان مجموعه عن كل واحد منهم۔ (۱۰)

یعنی چاروں کے مجموعہ سے پوری حدیث منقول ہے، نہ کہ ہر ایک سے پوری حدیث مروی ہے۔

۲۔ امام بخاری نے مکمل روایت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ منہج تقطیع اختیار کرتے ہوئے مختلف ابواب میں اختصار کے ساتھ بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے، جس کی

Marfat.com

وضاحت کرتے ہوئے ابن حجر لکھتے ہیں:

واورده فی مواضع اخرٰی باختصار فاول ما اخرجه فی الجهاد، ثم فی الشهادات، ثم فی التفسیر، ثم فی الایمان والنذور، ثم فی التوحید من طریق عبد الله النمیری عن یونس باختصار فی هذه المواضع، واخرجه فی التوحید وعلقه فی الشهادات باختصار ایضا من روایة اللیث ایضا۔ (۱۱)

امام بخاری نے کتاب کے دوسرے مقامات پر بھی اس روایت کو اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے، سب سے پہلے کتاب الجہاد میں، پھر شہادات میں، پھر تفسیر میں، پھر کتاب الایمان والنذور میں، پھر کتاب التوحید میں عبد اللہ نمیری عن یونس کے طریق سے، اور لیث کے طریق سے کتاب التوحید اور شہادات میں تعلیقاً بیان کیا ہے۔

ابن حجر لفظ ''اوعی'' کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ان بعض هؤلاء الاربعة امیز فی سیاق الحدیث من بعض من جهة حفظه اکثره، لا ان بعضهم اضبط من بعض مطلقا، ولهذا قال اوعی له ای للحدیث المذکور خاصة۔ (۱۲)

ان چاروں میں سے بعض حضرات کو حدیث بیان کرنے میں امتیاز حاصل ہے کہ اس نے واقعہ کا زیادہ حصہ بیان کیا، یہ مطلب نہیں ہے بعض

Marfat.com

بعض سے مطلقاً زیادہ ضابط ہیں، اسی لیے وعی کی نسبت خاص اسی حدیث کی طرف کی۔

ابن اسحاق کا منہج:

ابن اسحاق نے سند میں سعید بن المسیب کی جگہ سعید بن جبیر کا ذکر کیا، اور نہ صرف زہری کی اسناد جمعی کو باقی رکھا، بلکہ مزید روایات کا اضافہ کر کے واقعہ کی وضاحت کی:

قال ابن اسحاق: حدثنا الزهری، عن علقمة بن وقاص، وعن سعید بن جبیر، وعن عروة بن الزبیر، وعن عبید الله بن عبد الله بن عتبة، قال: کل قد حدثنی بعض هذا الحدیث، وبعض القوم کان اوعی له من بعض، وقد جمعت لك الذی حدثنی القوم وحدثنی یحیی بن عباد بن عبد الله بن الزبیر، عن ابیه، عن عائشة، وعبدالله بن ابی بکر، عن عمرة بنت عبد الرحمن، عن عائشة عن نفسها، حین قال فیها اهل الافك ما قالوا فکل قد دخل فی حدیثها عن هؤلاء جمیعا یحدث بعضهم ما لم یحدث صاحبه، وکل کان عنها ثقة، فکلهم حدث عنها ما سمع۔ (۱۳)

اس روایت میں پہلے امام زہری نے وضاحت کی کہ رواۃ اربعہ میں سے ہر ایک نے واقعہ کا بعض حصہ نقل کیا ہے اور ان میں سے بعض بعض سے

Marfat.com

اوعی ہیں، اور میں نے تیرے سامنے وہ ساری باتیں جمع کر دیں جو قوم نے مجھ سے بیان کیں۔ اور ابن اسحاق نے مزید روایات کا اضافہ کر کے زہری کی بات کا اعادہ کیا اور مزید برآں کہ ان میں سے ہر آدمی ثقہ ہے اور جو اس نے سنا وہ بیان کر دیا۔

مرسل جمعی:

واقعہ سے متعلقہ روایات بغیر سند و فصل کے ایک جگہ جمع کر کے مرتب واقعہ کی صورت میں بیان کرنا۔

عروہ بن زبیر کی مرسل جمعی کے طریقے سے بیان کردہ چند روایات درج ذیل ہیں:

ا۔ حدثنا علی بن نصر بن علی الجهضمی، وعبد الوارث بن عبد الصمد ابن عبد الوارث، قال علی بن نصر: حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث، وقال عبد الوارث: حدثنی ابی، قال: حدثنا ابان بن العطار، قال: حدثنا هشام بن عروة، عن عروة، انه كتب الی عبد الملك بن مروان: اما بعد، فانه يعنی رسول الله ﷺ لما دعا قومه لما بعثه الله من الهدی والنور الذی انزل عليه۔۔۔ (۱۴)

ہشام بن عروہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ نے عبد الملک بن مروان کو لکھا: اما بعد! رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو اُس ہدایت اور

Marfat.com

روشنی کی طرف دعوت دی جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی اور جس کے لیے آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔

۲۔ حدثنا علی بن نصر بن علی، وعبد الوارث بن عبد الصمد بن عبد الوارث، قال علی: حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث، وقال عبد الوارث: حدثنی ابی، قال: حدثنا ابان العطار، قال: حدثنا هشام بن عروة، عن عروة، انه کتب الی عبد الملك بن مروان: اما بعد، فانك کتبت الی فی ابی سفیان ومخرجه، تسالنی کیف کان شانه؟ کان من شانه۔۔۔ (۱۵)

ہشام بن عروہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا: اما بعد! آپ نے مجھے ابوسفیان اور اس کے خروج کے مقام کے بارے لکھا اور اس کی حالت کی بارے میں سوال کیا، اس کی حالت یہ تھی کہ......

۳۔ حدثنی عبد الوارث بن عبد الصمد بن عبد الوارث، قال: حدثنی ابی، قال: حدثنا ابان العطار، قال: حدثنا هشام بن عروة، عن عروة، انه کتب الی عبد الملك بن مروان: اما بعد، فانك کتبت الی تسالنی عن خالد بن الولید: هل اغار یوم الفتح؟ و بامر من اغار؟ وانه کان من شان خالد یوم الفتح انه کان مع النبی صلی الله علیه وسلم ۔۔ (۱٦)

Marfat.com

ہشام بن عروہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا: امابعد! آپ نے میری طرف خالد بن ولید کے بارے میں سوال لکھا کہ انہوں نے فتح مکہ کے دن حملہ کیا، اور کس کے حکم سے حملہ کیا، حضرت خالد بن ولید فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

۴۔ حدثنا علی بن نصر، قال: حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث، وحدثنی عبد الوارث بن عبد الصمد، قال: حدثنی ابی، قال: حدثنا ابان العطار، قال: حدثنا هشام بن عروة، عن عروة، انه کتب الی عبد الملك ابن مروان: انك کتبت الی فی خدیجة بنت خویلد تسالنی: متی توفیت؟ وانها توفیت قبل مخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم من مکة بثلاث سنین او قریبا من ذالك، ونکح عائشة۔۔۔ (۱۷)

ہشام بن عروہ، حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ نے عبد الملک بن مروان کو لکھا، آپ نے مجھے حضرت خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کے بارے میں سوال لکھا کہ اُن کا انتقال کب ہوا؟ حضرت خدیجہ کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے ہجرت کرنے سے تقریباً تین سال قبل ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا۔

Marfat.com

درج بالا تمام روایات بیان کرنے میں عروہ بن زبیر نے مرسل جمعی کا منہج اختیار کیا ہے، چناں چہ تمام روایات میں پوچھے جانے والے سوالات کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے، ہر جواب روایات کا مجموعہ ہے، لیکن کسی بھی روایت میں سند کو ذکر نہیں کیا گیا، عروہ بن زبیر کے بعد ابن شہاب زہری نے بھی مرسل جمعی کے منہج کو اختیار کیا ہے، جس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حدثناابراهيم بن المنذر، قال: حدثنا محمد بن فليح، عن موسى بن عقبة، عن ابن شهاب، قال: لبث رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة اربعة عشر شهرا، ثم بعث عبد الله بن جحش في ركب من المهاجرين و كتب معه كتابا۔۔۔ (۱۸)

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں چودہ ماہ ٹھہرے، پھر عبداللہ بن جحش کو مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا اور ایک خط دیا۔

۲۔ اخبرنا ابو الحسين بن الفضل القطان، قال: اخبرنا ابوبكر بن عتاب العبدى، قال: حدثنا القاسم بن عبد الله بن المغيرة، قال: حدثنا اسماعيل بن ابى اويس، قال: حدثنا اسماعيل بن ابراهيم بن عقبة، عن موسى بن عقبة (ح) واخبرنا ابو عبد الله الحافظ، قال: اخبرنا اسماعيل بن محمد بن الفضل الشعرانى، قال: حدثنا جدى، قال: حدثنا

Marfat.com

ابراهیم بن المنذر، قال: حدثنا محمد بن فلیح، عن موسی بن عقبة، عن ابن شهاب، وهذا لفظ حدیث القطان، قال: ولما رجع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینة انغلب رجل من اهل الاسلام من ثقیف، یقال له: ابو بصیر ابن اسید بن جاریة الثقفی من المشرکین۔ (۱۹)

دکتور محمد العواجی ''مرویات الامام الزہری فی المغازی'' میں امام زہری کا منہج بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

عند ما یتحدث عن غزوة او سریة فانه یوصل الحدیث بعضه ببعض حتی نهایة الحدیث دون ان یفصله بالکلام عن حدیث أخر ثم العودة الیه کما یفعل ابن اسحاق والطبری مما یجعلك تعیش مع الحدث بانسجام تام۔ (۲۰)

زہری جب کسی غزوہ یا سریہ کو بیان کرتے تو ایک روایت کو دوسری روایت سے ملا دیتے تھے، اور اس دوسری روایت کو مکمل بیان کرنے کے بعد پہلی روایت کی طرف لوٹ آتے، اور روایات کے درمیان کوئی ایسا کلام نہ لاتے جس سے ایک روایت دوسری سے جدا ہو سکے، جیسا کہ ابن اسحاق اور طبری نے کیا، ایسا کرنے سے واقعہ ایک مربوط شکل میں سامنے آجاتا ہے۔

عروہ بن زبیر اور زہری کے بعد ابن اسحاق اور واقدی نے بھی اسناد جمعی اور مرسل جمعی کے طریقے سے روایت بیان کی ہے، اور امام بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں

Marfat.com

اسناد جمعی سے روایات نقل کی ہیں، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسناد جمعی سے روایت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا، لیکن شرط یہ ہے کہ اسناد جمعی میں مذکور تمام رواۃ ثقہ ہوں، لیکن اگر اسناد جمعی میں ضعیف راوی شامل کر لیے جائیں تو روایت میں ضعف ضعیف راوی کی وجہ سے آئے گا، اسناد جمعی کے وجہ سے روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوگا۔

تجمیع کے منہج ساتھ عروہ بن زبیر نے مغازی کے واقعات بیان کرنے میں ترتیب زمانی کو بھی ملحوظ رکھا، چناں چہ عبدالملک بن مروان کی طرف مغازی کے جتنے واقعات بھی لکھے سب میں ترتیب زمانی کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ لہٰذا ترتیب زمانی کے ساتھ مغازی کے واقعات بیان کرنے میں قائد ہونے کا شرف بھی عروہ بن زبیر کو حاصل ہوگا، نہ کہ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم انصاری کو، جیسا کہ دور حاضر کے بعض عرب علما نے ترتیب زمانی کا موجد حضرت عبداللہ بن ابی بکر کو قرار دیا، چناں چہ دکتور یسری سلامہ رقم طراز ہیں:

التاریخ المتسلسل للحوادث وترتیبها ترتیبا زمنیا، وهو المنهج الذی نراه اول ما نراه عند عبد الله بن ابی بکر بن حزم، الذی وضع مسردا منظما بالمغازی النبویة تبعا لترتیبها الزمنی، فکان رائدا فی ذالك۔ (۲۱)

واقعات کو تاریخی تسلسل اور ترتیب زمانی کا منہج سب سے پہلے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم کے ہاں دیکھا، جنہوں نے مغازیِ نبویہ کو ترتیب زمانی کے

Marfat.com

اعتبار سے بیان کیا، لہٰذا اس باب میں قائد کا شرف انہیں حاصل ہوگا۔

عرب علما کے اس قول کی بنیاد "تاریخ طبری" کی ایک روایت ہے، جس میں عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم انصاری (ت ۱۳۰-۱۳۵ھ) نے غزوات کو ترتیب زمانی کے ساتھ بیان کیا:

> **محمد بن اسحاق، عن عبد الله بن ابی بکر، قال: کان جمیع ما غزا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بنفسه ستًّا وعشرین غزوة، اول غزوة غزاها ودان؛ وهی غزوة الابواء، ثم غزوة بواط الی ناحية رضوی، ثم غزوة العشيرة من بطن ينبع، ثم غزوة بدر۔۔۔** (۲۲)

ترتیب زمانی کے علاوہ عروہ نے واقعات کے اسباب اور ان کے رونما ہونے کے پس منظر کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، جیسا کہ غزوہ بدر کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے اس کا پس منظر بیان کیا، کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلے کے ساتھ جس میں قریش کے قبائل کے ستر سوار تھے شام سے واپس آ رہا تھا، اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو معلوم ہوگئی، **وقد كانت الحرب بينهم قبل ذالك**، اور اس سے پہلے بھی فریقین کے مابین حالت جنگ تھی۔۔۔اور یہ جنگی حالات شام کے اس تجارتی سفر سے پہلے پیدا ہو چکے تھے، اور فریقین کے مابین حالات کا غزوہ بدر کے پیش آنے میں اہم کردار تھا۔

عروہ بن زبیر نے اپنی رائے پر قرآن کریم کی آیات سے اِستشہاد بھی کیا ہے،

Marfat.com

چناں چہ غزوۂ بدر کے بیان میں رقم طراز ہیں:

فخرجوا لا یریدون الا ابا سفیان والرکب معه،لا یرونها الا غنیمة لهم ؛لا یظنون ان یکون کبیر قتال اذا لقوهم (۲۳) وهی التی انزل الله عزوجل فیها، ﴿وتودون ان غیر ذات الشوکة تکون لکم﴾ (۲۴)

مسلمانوں کا ارادہ ابوسفیان اور تجارتی قافلے سے مال غنیمت کا حصول تھا، اُن کا خیال نہیں تھا کہ آمنے سامنے ہوتے جنگ کی صورت پیدا ہو جائے گی، اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اور تمہاری خواہش تھی کہ جس گروہ میں خطرے کا کوئی کانٹا نہیں تھا وہ تمہیں ملے۔

مندرجہ بالا معلومات سے یہ معلوم ہوا کہ قرن اول کے نصف ثانی میں مغازی کی روایات بیان کرنے کے منہج میں درج ذیل پانچ چیزیں داخل تھیں:

۱۔ الاسناد الجمعی

۲۔ مرسل جمعی

۳۔ ترتیب زمانی

۴۔ اسباب اور علل سے بحث

۵۔ آیاتِ قرآن سے اِستشہاد

اور پھر بعد کے سیرت نگاروں جیسے ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کے روایات سیرت کے بیان کے مناہج میں یہ تمام چیزیں شامل تھیں۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تہذیب التہذیب، ۹/۴۳، حیدر آباد دکن: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۶ھ

(۲) احمد بن حنبل، مسند احمد، ۳۱/۲۱۲، رقم الحدیث: ۱۸۹۱۰، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

(۳) ایضاً، ۳۱/ ۲۳۰، رقم الحدیث: ۱۸۹۱۴

(۴) ایضاً، ۳۱/ ۲۳۹، رقم الحدیث: ۱۸۹۲۳۔ اس روایت کو امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیہ، رقم الحدیث: ۴۱۷۸، ص ۷۹۳، بیت الافکار

(۵) ایضاً، ۳۱/ ۲۴۳، رقم الحدیث: ۱۸۹۲۸، بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

(۶) ایضاً، ۳۴/ ۵۵۸، رقم الحدیث: ۲۱۰۸۱

(۷) ایضاً، ۱/ ۲۸۱، رقم الحدیث: ۱۳۰

(۸) ایضاً، ۳/ ۳۷۳، رقم الحدیث: ۱۸۸۳

(۹) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ لولا اذ سمعتموہ، رقم الحدیث: ۴۷۵۰، ص ۹۲۱

(۱۰) ابن حجر، فتح الباری، ۸/ ۴۵۷

(۱۱) ایضاً، ۸/ ۴۵۵

(۱۲) ایضاً، ۸/ ۴۵۷

(۱۳) ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، ۲/ ۲۹۷

Marfat.com

(۱۴) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ: دارالمعارف، س ن، ۲/ ۳۲۸

(۱۵) ایضاً، ۲/ ۴۲۱

(۱۶) ایضاً، ۳/ ۵۵

(۱۷) ایضاً، ۳/ ۱۶۳

(۱۸) ابن شبہ، ابوزید عمر بن شبہ النمیری البصری، تاریخ المدینہ، ۲/ ۴۷۲

(۱۹) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ۴/ ۱۷۲

(۲۰) عواجی، محمد بن محمد، مرویات امام زہری فی المغازی، مدینہ منورہ: مکتبۃ الملک فہد، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء، ص ۱۵۹

(۲۱) یسری سلامہ، مصادر السیرۃ النبویہ، ص ۸۶

(۲۲) طبری، تاریخ الرسل والملوک، ۳/ ۱۵۲

(۲۳) ایضاً، ۲/ ۴۲۱

(۲۴) انفال: ۷

Marfat.com

فصل دوم:

مرویاتِ سیرت پر نقد کے اصول

علمائے سیرت کے ہاں روایاتِ سیرت پر نقد کے لیے معارضہ کا اصول خاص اہمیت کا حامل تھا، اور ائمہ سیرت معارضہ کی مختلف اقسام سے مرویات سیرت کی صحت کو پرکھتے تھے۔ معارضہ کی ایک صورت معارضۃ الکتاب ہے، اور یہ صورت زہری کے زمانے تک علمائے سیرت کے ہاں مروج رہی، زہری کے بعد ابن اسحاق اور پھر واقدی نے مرویاتِ سیرت کے نقد کے لیے معارضہ کی درج ذیل صورتیں بھی استعمال کیں۔ دونوں حضرات کے بعد ابن سعد، ابن قتیبہ، ابن عبد البر نے بھی مرویاتِ سیرت کے نقد میں انہی اصول کی پیروی کی۔

معارضہ:

یعنی نقل کا اصل سے مقابلہ کرنا، اور اگر نقل میں کوئی کمی بیشی ہو تو اسے درست کرنا۔

عروہ بن زبیر کے ہاں معارضہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا، جس کا اندازہ خطیب بغدادی کی ''الکفایہ'' میں مذکور ایک روایت سے ہوتا ہے:

اخبرنا محمد بن احمد بن رزق، قال: انا عثمان بن احمد،

Marfat.com

قال: ثنا حنبل، قال: ثنا الھیثم ابن خارجه، قال: ثنا اسمعیل بن عیاش، عن ھشام بن عروۃ، عن ابیه، انه کان یقول کتبت؟ فاقول: نعم، قال: عرضت کتابك؟ قلت: لا، قال: لم تکتب۔ (1)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے تھے: کیا تو نے لکھ لیا؟ میں کہتا: جی ہاں، تو انہوں نے کہا: کیا تو نے اپنے لکھے ہوئے کا مقابلہ کر لیا؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے کہا: تو نے لکھا ہی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عروہ بن زبیر اپنے شاگردوں کا لکھا ہوا اس وقت تک معتبر نہیں سمجھتے تھے جب تک وہ اپنے لکھے ہوئے کا مقابلہ کر کے اس کی تصحیح نہیں کر لیتے تھے۔ معارضہ کا یہ اصول جس طرح ان کے شاگردوں پر لاگو تھا اسی طرح خود عروہ بھی اس کا اہتمام کیا کرتے تھے، چناں چہ جب عروہ کسی کو کچھ لکھ کر دیتے تو اسے دینے سے پہلے اس کا معارضہ کرتے تھے، جیسا کہ ''ادب الاملاء والاستملاء'' میں مذکور درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے:

اخبرنا ابوالخیر عبد السلام بن محمود الحسناباذی باصبھان، انا ابو الحسن علی بن احمد بن ابی عیسی الحسناباذی، انا احمد بن موسی الحافظ، حدثنی عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد بن سیاہ، ثنا ابو یحیی، ثنا ابو الخزرج الحسن ابن الزبیر، قال: ثنا اسماعیل بن عیاش،

Marfat.com

عن هشام بن عروة، عن ابيه، انه كان يكتب العلم للناس ويعارضه لهم۔ (۲)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے علم لکھتے تھے اور اس کا معارضہ بھی کرتے تھے۔

یہ روایت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ عروہ نے عبدالملک بن مروان کو مغازی کے جتنے واقعات بھی لکھ کر بھیجے تھے وہ مقابلہ اور تصحیح کے بعد بھیجے تھے۔ معارضہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر عروہ کے نزدیک حدثنا اور معارضہ کا درجہ برابر تھا:

هشام بن عروة، عن ابيه، قال: عرض الكتاب والحديث سواء۔ (۳)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ نے کہا کہ معارضہ اور حدثنا برابر ہیں۔

معارضہ کا اہتمام عروہ بن زبیر کے علاوہ ابان بن عثمان کے بھی کرتے تھے، اور معارضہ شدہ روایات درجہ صحت پر فائز ہوتی تھیں، جیسا کہ ''اخبار الموفقیات'' کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

حدثنا احمد بن سعيد، قال: حدثني الزبير، قال: حدثني عمي مصعب بن عبد الله، عن الواقدي، قال: حدثني ابن ابي سبرة، عن عبد الرحمن بن يزيد، قال: قدم علينا سليمان بن عبد الملك حاجّا سنة اثنتين وثمانين، وهو ولي عهد،

Marfat.com

فمر بالمدينة، فدخل عليه الناس، فسلموا عليه، وركب الى مشاهد النبي صلی اللہ علیہ وسلم التي صلى فيها، وحيث اصيب اصحابه باحد، ومعه ابان بن عثمان، وعمرو بن عثمان، وابوبكر بن عبد الله بن ابي احمد ،فاتوا به قباء، ومسجد الفضيخ، ومشربة ام ابراهيم، واحد، وكل ذالك يسالهم، ويخبرونه عما كان، ثم امر ابان بن عثمان ان يكتب له سير النبي صلی اللہ علیہ وسلم ومغازيه، فقال ابان: هي عندي، قد اخذتها مصححه ممن اثق به، فامر بنسخها والقى فيها الى عشرة من الكتاب، فكتبوها في رق۔ (۴)

عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا کہ سلیمان بن عبدالملک ۸۲ ہجری میں جب کہ وہ ولی عہد تھے، حج کے لیے تشریف لائے، دوران سفر اُن کا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو لوگ ان سے ملاقات کرنے کے لیے حاضر ہوئے، ولی عہد نے ان مقامات کی زیارت کا ارادہ کیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی اور مقام احد جہاں صحابہ کی شہادت ہوئی تھی، اور (گائیڈ کے طور پر) ان کے ساتھ ابان بن عثمان، عمرو بن عثمان اور ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی احمد تھے، چناں چہ یہ حضرات سلیمان کو قبا، مسجد فضیخ، مشربہ ام ابراہیم اور احد کے مقامات پر لے کر گئے۔ سلیمان ہر مقام کے متعلق ان سے سوال کرتا اور یہ علمائے مغازی اسے جواب دیتے، پھر سلیمان نے

Marfat.com

ابان بن عثمان سے کہا کہ وہ اُس کے لیے سیر اور مغازی پر کتاب لکھیں، تو ابان نے جواب دیا: میرے پاس کتاب موجود ہے، میں نے اُسے ثقہ آدمی سے تصحیح (معارضہ اور مقابلہ) کے بعد لیا ہے، چناں چہ اس کی کاپی کا حکم دیا، اور دس کاتبوں کو کتاب دے دی گئی، جنہوں نے رق مقام پر اُسے لکھا۔

عرض القول علیٰ اجماع اہل المغازی:

معارضہ کی دوسری صورت روایت کو اہل مغازی کی اجماع شدہ روایات پر پیش کیا جاتا تھا، موافقت کی صورت میں روایت قبول کی جاتی اور مخالفت کی صورت میں روایت رد کی دی جاتی۔ ذیل میں اہل مغازی کے اجماع اور اجماع کے موافق اور مخالف روایات کی امثلہ درج ہیں:

۱۔ قال محمد بن عمر: واجمع اصحابنا علی ان عبد اللہ بن نوفل بن الحارث اول من قضی بالمدینۃ لمروان بن الحکم۔ (۵)

اصحاب المغازی کا اس بات پر اجماع ہے کہ مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ منورہ کے منصب قضا پر سب سے پہلے عبد اللہ بن نوفل بن حارث فائز ہوئے۔

۲۔ وقال محمد بن عمر: لم ار بین اصحابنا اختلافا ان سلیمان کان یکنی ابا تراب۔ (۶)

Marfat.com

واقدی نے کہا: میرے علم کے مطابق اصحاب المغازی اس بات پر متفق ہیں کہ سلیمان بن یسار کی کنیت ابوتراب ہے۔

۳۔ ابن سعد یوم فجار میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کی وفات کی خبر نقل کرنے کے بعد اس روایت کے متعلق واقدی کی رائے ذکر کرتے ہیں:

قال محمد بن عمر: وهذا المجمع عليه عند اصحابنا ليس بينهم فيه اختلاف۔ (۷)

واقدی نے کہا: اس بات پر اصحاب مغازی کا اجماع ہے اور اس بارے میں ان کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔

ابن سعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی غزوۂ بدر میں شرکت کے بارے میں واقدی کی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولم يشهد بدرا، وكان يتهيا للخروج الى بدر وياتى دور الانصار يحضهم على الخروج، فنهش قبل ان يخرج، فاقام، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لئن كان سعد لم يشهدها لقد كان عليها حريصا ، وروى بعضهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضرب له بسهمه واجره وليس ذالك بمجمع عليه ولا ثبت ولم يذكره احد ممن يروى المغازى فى تسمية من شهد بدرا، ولكنه قد شهد احد ،والخندق والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (۸)

Marfat.com

حضرت سعد بن عبادہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے، بدر میں جانے کے لیے اُن کی تیاری مکمل تھی، اور وہ انصار کے گھروں میں جا کے انہیں شرکت کے لیے ابھارتے، لیکن جانے سے پہلے انہیں کسی موذی جانور نے کاٹ لیا، جس کی بنا پر وہ جا نہ سکے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ سعد غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، لیکن وہ شرکت پر حریص تھے، اور بعض حضرات نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لیے حصہ اور اجر مقرر کیا، حالاں کہ یہ بات نہ ثابت ہے اور نہ اس پر اجماع ہے، اور مغازی کے راویوں میں سے کسی نے بھی شرکائے بدر کے اسما میں سعد بن عبادہ کا ذکر نہیں کیا، لیکن اُحد، خندق اور باقی تمام غزوات میں سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی ہے۔

ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے راجح قول کو ذکر کرتے ہوئے ابن سعد نے واقدی کا قول نقل کیا ہے:

مات ابو الهيثم سنة عشرين بالمدينة ،قال محمد بن عمر: وهذا اثبت عندنا ممن روى ان ابا الهيثم شهد صفين مع علي بن ابي طالب وقتل يومئذ.ولم ار احد من اهل العلم قبلنا يعرف ذالك ولا يثبته۔ والله اعلم۔ (۹)

ابوالہیثم کی وفات سنہ ۲۰ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی، واقدی نے کہا: یہ قول ہمارے نزدیک زیادہ صحیح ہے اس شخص کے قول سے جس نے یہ بیان

Marfat.com

کیا کہ ابوالہیثم، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں شریک ہوئے اور اسی دن قتل ہوئے۔ میرے علم کے مطابق ہم سے پہلے اہل علم نہ ہی اس قول کو جانتے تھے اور نہ ہی یہ قول ان کے ہاں پایۂ ثبوت کو پہنچا تھا۔

ابن قتیبہ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

هو جابر بن عبد الله بن عمرو، قتل ابوه يوم احد، وكان جابر يكنى ابا عبدالله، وشهد العقبة مع السبعين من الانصار، وكان اصغرهم يومئذ ،ولم يشهد بدرا ولا احدا وشهد ما بعد ذالك۔ وروى في بعض الحديث عنه، انه قال: كنت منيح اصحابي يوم بدر،وهذا خطا، لان اهل السيرة مجمعون على انه لم يشهد بدرا۔ (١٠)

جابر بن عبداللہ بن عمرو، اُحد کے دن ان کے والد شہید ہوئے، اور حضرت جابر کی کنیت ابوعبداللہ ہے، اور یہ انصار کے ستر لوگوں کے ساتھ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے، اور اُس دن یہ اُن میں سب سے کم عمر تھے، بدر اور اُحد میں شریک نہیں ہوئے، البتہ بعد کے غزوات میں شریک ہوئے ہیں، اور بعض احادیث میں ان سے یہ جملہ نقل کیا جاتا ہے کہ ''كنت منيح اصحابي يوم بدر'' یہ غلط ہے، اس لیے کہ اہل سیرت کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔

ابن عبدالبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

Marfat.com

وما ذکرنا من اجماع اھل السیر واھل العلم بالاثر، یغنی عما سواہ۔ (۱۱)

ہم نے اہل سیر اور اہل العلم بالاثر کا اجماع ذکر کر دیا جو اُن کے ماسوا سے مستغنی کر دیتا ہے۔

ابن عبدالبر اس بات کے قائلین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر یا حنین سے واپسی پر دشمن کے پیچھا کرنے کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے تھے' کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا معنی لقول من قال: ان فزع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من اجل العدو الذی یتبعھم ،لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتبعه عدو فی انصرافه من خیبر ولافی انصرافه من جنین، ولا ذکر ذالك احد من اھل المغازی، بل کان منصرفه فی کلتا الغزوتین غانما ظافرا۔ (۱۲)

اُس شخص کی بات کا کوئی وزن نہیں ہے جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس دشمن سے گھبرا گئے تھے جو آپ کا پیچھا کر رہا تھا، اس لیے کہ دشمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا نہ اُس وقت کیا جب آپ خیبر سے لوٹ رہے تھے اور نہ اُس وقت کیا جب آپ حنین سے لوٹ رہے تھے اور نہ ہی یہ بات اہل مغازی میں سے کسی نے ذکر کی بلکہ ان دونوں غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کے ساتھ کامیاب لوٹے۔

Marfat.com

ابن عبدالبر کعب بن جماز کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

واما كعب بن جماز واخوه سعد بن جماز، فمذكوران، شهد كعب بدرا، وشهد سعد احدا، وقتل يوم اليمامة، ولا خلاف انهما من حلفاء بنى ساعدة من الانصار، ولم يختلف اهل المغازى ان اباهما جماز بالجيم والزاى۔ (۱۴)

کعب بن جماز اوزان کے بھائی سعد بن جماز دونوں کا ذکر کر دیا گیا، کعب بدر میں حاضر ہوئے اور سعد اُحد میں حاضر ہوئے اور یمامہ کے دن شہید ہوئے، اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ بنو ساعدہ کے حلیف تھے، اور اہل مغازی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے والد جماز (کا نام) جیم اور زا کے ساتھ ہے۔

عرض القول علیٰ اجماع اہل المغازی:

معارضہ کی اس قسم کا درجہ اجماع کے درجہ سے کم ہے، لیکن اصحابِ سیر نے روایات کی صحت پرکھنے کے لیے روایت کو جمہور اصحابِ مغازی کی آرا پر بھی پیش کیا ہے۔

۱۔ قال محمد بن عمر: ورايت هذا الثبت عند اصحابنا ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم صلى خلف ابى بكر۔ (۱۵)

واقدی نے کہا: میرے علم کے مطابق اصحاب مغازی کے ہاں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

Marfat.com

۲۔ اخبرنا محمد بن عمر، قال: اخبرنا بعض اصحابنا ان صُبیحا مولی سعید بن العاص تجهز یرید الخروج الی بدر فاشتکی فتخلف و حمل علی بعیرہ ابا سلمة بن عبد الاسد المخزومی، ثم شهد صُبیح بعد ذالك اُحدا و المشاهد كلها مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، وكذالك قال محمد بن اسحاق وابو معشر وعبد الله بن محمد بن عمارة الانصاری۔ (۱۶)

واقدی نے کہا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے یہ خبر دی کہ صُبیح جو سعید بن عاص کے آزاد کردہ غلام تھے، نے بدر میں شرکت کے ارادے سے تیاری کی، پھر وہ بیمار ہو گئے اور نہ جا سکے، اور اپنے اونٹ پر ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو سوار کر دیا، اس کے بعد صبیح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ یہی رائے محمد بن اسحٰق، ابو معشر اور عبد اللہ بن محمد بن عمارہ انصاری کی ہے۔

۳۔ قال محمد بن عمر: ولم ار اصحابنا یجمعون علی ان خالد بن حزام من مهاجرة الحبشة ،ولم یذكره ایضا موسی بن عقبة ومحمد بن اسحاق وابو معشر فیمن هاجر الی ارض الحبشة۔ فالله اعلم۔ (۱۷)

واقدی نے کہا: میرے علم کے مطابق اصحاب مغازی اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ خالد بن حزام حبشہ کے مہاجرین میں شامل تھے، اور

Marfat.com

نہ ہی موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق اور ابو معشر نے مہاجرین حبشہ میں ان کا ذکر کیا۔

۴۔ قال محمد بن عمر: والذی عند اصحابنا فی روایتنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض ولحبیب بن مسلمۃ اثنتا عشرۃ سنۃ، وانہ لم یغز معہ شیئا۔ وفی روایۃ غیرنا: انہ قد غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحفظ عنہ احادیث و رواھا۔ (۱۸)

واقدی نے کہا: اصحاب مغازی کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت حبیب بن مسلمہ جن کی عمر بارہ برس تھی، اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے، اور دیگر لوگوں کی روایت کے مطابق انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں شرکت بھی کی ہے، اور آپ ﷺ سے احادیث یاد کر کے ان کی روایت بھی کی ہے۔

۵۔ ابن سعد نے اسحاق بن عبد اللہ کی روایت جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت آمنہ کی رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی اولاد تھی' کی تردید میں واقدی کا قول نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قال محمد بن عمر الاسلمی: وھذا مما لا یعرف عندنا ولا عند اھل العلم، لم تلد آمنۃ بنت وھب ولا عبد اللہ بن عبد المطلب غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۹)

Marfat.com

واقدی نے کہا: یہ بات نہ ہی ہمارے ہاں معروف ہے اور نہ ہی اہل علم کے ہاں کہ حضرت آمنہ بنت وہب اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی۔

۶۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ سے شادی کے وقت حضرت خدیجہ کی والد کا انتقال ہو چکا تھا، اور وہ روایات جو شادی کے وقت ان کے والد کی زندگی پر دلالت کرتی ہیں ان کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقال محمد بن عمر: فهذا كله عندنا غلط ووهل، والثبت عندنا المحفوظ عن اهل العلم ان اباها خويلد بن اسد مات قبل الفجار، وان عمها عمرو بن اسد زوّجها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (۲۰)

یہ سب باتیں غلط ہیں۔ ہمارے نزدیک ثابت شدہ بات جو کہ اہل علم سے محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے والد خویلد بن اسد فجار سے قبل انتقال کر گئے تھے اور اُن کے چچا عمرو بن اسد نے حضرت خدیجہ کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کروائی تھی۔

۷۔ ابن سعد نے واقدی کے سامنے روایت ذکر کی جس کا مضمون یہ ہے کہ نبوت کے پہلے تین سال اسرافیل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، پھر وہ معزول ہو گئے اور جبرائیل دس سال مکہ اور دس سال مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ واقدی اس روایت پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

Marfat.com

لیس یعرف اهل العلم ببلدنا ان اسرافیل قرن بالنبی ﷺ، وان علماء هم واهل السیرة منهم یقولون لم یقرن به غیر جبرائیل من حین انزل علیه الوحی الی ان قبض ﷺ۔ (۲۱)

ہمارے شہر کے اہل علم کے ہاں یہ بات معروف نہیں ہے کہ اسرافیل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں، علما اور اہل سیرت کا قول یہ ہے کہ نزول وحی سے وصال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہیں رہا۔

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ تھے۔ بدر کے دن ان کے شہادت کی روایت پر نقد کرتے ہوئے واقدی کہتے ہیں:

ولیس ذالك عندنا بثبت، ورایت اهل العلم یثبتون انه لم یقتل ببدر وقد شهد احد وبقی بعد ذالك زمانا۔ (۲۲)

ترجمہ: ہمارے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی، اہل علم کے ہاں ثابت شدہ بات یہ ہے کہ وہ بدر میں شہید نہیں ہوئے بلکہ اُحد میں شریک ہوئے ہیں اور اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے ہیں۔

۹۔ ابن سعد عمرو بن الربیع کی غزوۂ بدر میں شرکت کی روایت پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولم ار شهوده بدرا یثبت ولم یذکره اهل العلم بالسیرة۔ (۲۳)

Marfat.com

ترجمہ: میرے نزدیک بدر میں ان کی شرکت ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی سیرت کے علما نے یہ بات ذکر کی ہے۔

۱۰۔ ابن عبدالبر ''التمہید'' میں لکھتے ہیں:

وقول ابن شهاب فی هذا الحدیث عن سعید بن المسیب: ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم حین قفل من خیبر' اصح من قول من قال: ان ذالك كان مرجعه من حنین، لان ابن شهاب اعلم الناس بالسیر والمغازی، وكذالك سعید بن المسیب، ولایقاس بهماالمخالف لهما فی ذالك۔ وكذالك ذكر ابن اسحاق واهل السیر، ان نومه عن الصلاة فی سفره كان فی حین قفوله من خیبر۔ (۲۴)

اس حدیث میں ابن شہاب کا سعید بن المسیب سے نقل کردہ قول (نوم عن الصلاۃ کا واقعہ تب پیش آیا) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آئے' زیادہ صحیح ہے اُس شخص کے قول سے جس نے کہا کہ یہ واقعہ حنین سے واپس آتے ہوئے پیش آیا، اس لیے کہ ابن شہاب سیر اور مغازی میں اعلم الناس ہیں، اور یہی مرتبہ سعید بن میبّب کا ہے۔ لہٰذا اس باب میں اُن کے مخالف کی بات کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ ابن اسحٰق اور اہل سیر نے بھی یہی بات ذکر کی ہے کہ نوم عن الصلاۃ کا واقعہ اُس سفر میں پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آ رہے تھے۔

Marfat.com

۱۱۔ ابن عبدالبر قبولِ اسلام میں سبقت حاصل کرنے والے حضرات کے بارے میں روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فکان اول من آمن باللہ ورسولہ فیما اتت بہ الآثار وذکرہ اھل السیر والاخبار، منھم ابن شھاب وغیرہ، وھو قول موسی بن عقبۃ ومحمد بن اسحق ومحمد بن عمر الواقدی وسعید بن یحیی بن سعید الاموی و غیرھم۔ خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ صلی اللہ علیہ وسلم، وابوبکر الصدیق، وعلی بن ابی طالب۔ (۲۵)

اہل سیر اور اخبار جن میں ابن شہاب وغیرہ اور موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق، محمد بن عمر الواقدی اور سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی وغیرہ کے قول اور آثار کے مطابق اللہ اور رسول پر سب سے پہلے ایمان لانے والے خدیجہ بنت خویلد رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ، ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔

۱۲۔ ابن عبدالبر مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کے باب میں روایات ذکر کرتے ہوئے سعید بن داؤد کے روایت ذکر کی:

وذکر سعید بن داؤد، قال: بلغنا وکتبنا عن شیوخنا انہ صلی اللہ علیہ وسلم......

پھر اس روایت کا معارضہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

Marfat.com

ذکر هذا سعید، ولم یسنده الی احد، الا انه بلغه، والصحیح عند اهل السیر والعلم بالآثار والخبر فی المؤخاۃ۔۔۔الخ (۲۶)

اور اس روایت میں وہ اختلاف ذکر کیے جن سے سعید بن داؤد کی روایت کی تردید ہوتی ہے۔

درج بالا روایات سے بدیہی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علمائے سیرت کے ہاں صحت کے اعتبار سے سب سے بلند مرتبہ سیرت کی وہ روایت ہے جس پر علمائے سیرت کا اتفاق ہو، اور مجمع علیہ روایت کے بعد بلند مرتبہ سیرت کی وہ روایت ہوگی جس پر جمہور اہل مغازی کا اتفاق ہو، اور تیسرے درجہ پر مختلف فیہ روایات میں سے وہ راجح روایت ہوگی جسے کسی بنا پر ترجیح حاصل ہو۔ لہٰذا ان روایات سے سیرت کی مرویات کے اصولِ نقد کے ساتھ ساتھ سیرت کی روایات کے مراتب کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔ چناں چہ صحت کے اعتبار سے سیرت کی روایات کے تین درجے ہوں گے:

۱۔ الخبر المجمع علیه

۲۔ الخبر المتفق علیه عند الجمهور

۳۔ الخبر الواحد

لہٰذا سیرت کے کسی واقعہ میں تعارض کی صورت میں مجمع علیہ خبر دیگر اخبار پر مقدم ہوگی، اگر چہ وہ خبر صحیح بخاری یا صحیح مسلم ہی کی کیوں نہ ہو۔ چناں چہ اسی اصول کی بنا پر محدثین نے ''صحیح مسلم'' کی درج ذیل روایت کو مرجوح قرار دیا ہے کہ یہ روایت اصحابِ سیرت کی مجمع علیہ روایت کے معارض ہے:

Marfat.com

تعارض کی پہلی مثال

حدثنی عباس ابن عبد العظیم العنبری واحمد بن جعفر المعقری، قالا: حدثنا النضر (وهو ابن محمد اليمامی)، حدثنا عكرمة، حدثنا ابو زميل، حدثنی ابن عباس، قال: كان المسلمون لا ينظرون الی ابی سفيان ولا يقاعدونه، فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: يا نبی الله ثلاث اعطنيهن، قال: (نعم). قال: عندی احسن العرب واجمله ام حبيبة بنت ابی سفيان، ازوجكها، قال: (نعم). قال: ومعاوية تجعله كاتبا بين يديك، قال: (نعم). قال: وتؤمرنی حتی اقاتل الكفار كما كنت اقاتل المسلمين. قال: (نعم). قال ابو زميل: ولولا انه طلب ذالك من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اعطاه ذالك ،لانه لم يكن يسال شيئا الا قال (نعم). (۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمان نہ ابوسفیان کے ساتھ بیٹھتے تھے اور نہ ہی اُن کی طرف نظر التفات کرتے تھے، تو ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے تین چیزیں عطا فرما دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، تو ابوسفیان نے کہا کہ میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان جو کہ عرب کی سب سے خوب صورت عورت ہیں' کا نکاح آپ سے کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے

Marfat.com

کہا: آپ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ابو سفیان نے کہا: آپ مجھے حکم کریں کہ میں کفار سے بھی ایسے ہی لڑائی کروں جیسے میں مسلمانوں سے کرتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ اگر ابوسفیان یہ طلب نہ کرتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں یہ چیزیں عطا نہ کرتے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے ہر سوال کے جواب میں صرف نعم کہا ہے۔

''صحیح مسلم'' کی اس روایت سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ابو سفیان نے مسلمان ہونے کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا، جب کہ ابوسفیان فتح مکہ کے دوران اسلام لائے اور علمائے سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا نکاح فتح مکہ سے پہلے ہوا، لہٰذا ''صحیح مسلم'' اور ائمہ سیرت کی مجمع علیہ روایت میں تعارض ہو گیا، چناں چہ اس واقعہ میں محدثین نے ائمہ سیرت کی مجمع علیہ روایت کو امام مسلم کی ''صحیح'' میں ذکر کردہ روایت پر ترجیح دی ہے۔ قاضی عیاض ''اکمال المعلم'' میں اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں:

وقول ابی سفیان حین سال النبی علیه السلام بعد اسلامه ان یزوجه ابنته ام حبیبة، کذا ذکره المسلم من روایة ابی زمیل عن ابن عباس، والمعروف ان تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لها کان قبل الفتح۔۔۔ والذی وقع فی مسلم من هذا غریب جدا عند اهل الخبر۔ (۲۸)

Marfat.com

مسلم نے ابوزمیل عن ابن عباس کی روایت میں ابوسفیان کا قول ذکر کیا ہے جب انہوں نے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ ان کی بیٹی ام حبیبہ سے شادی کرلیں، جب کہ معروف بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ سے پہلے اُن سے شادی کرلی تھی، چناں چہ اہل خبر کے ہاں مسلم میں مذکور روایت ضعیف ہے۔

تعارض کی دوسری مثال

''صحیح مسلم'' اور کتب مغازی کی روایت کے مابین دوسری متعارض روایت یہ ہے:

عن انس، ان رسول الله ﷺ شاور حین بلغه اقبال ابی سفیان، قال: فتکلم ابوبکر، فاعرض عنه، ثم تکلم عمر، فاعرض عنه، فقام سعد بن عبادة، فقال: ایانا ترید یا رسول الله! والذی نفسی بیده لو امرتنا ان نخیضها البحر لاخضناها۔۔ الخ (۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کو جب ابوسفیان کے (شام سے واپس) آنے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، آپ ﷺ نے توجہ نہ فرمائی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات کی، آپ ﷺ نے توجہ نہ فرمائی، پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ ہماری رائے

Marfat.com

جاننا چاہتے ہیں، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود جائیں گے۔۔

ابن سیّد الناس ''صحیح مسلم'' کی مندرجہ بالا روایت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

وقد روينا من طريق مسلم ان الذى قال ذالك سعد بن عبادة سيد الخزرج، وانما يعرف ذالك عن سعد بن معاذ، كذالك رواه ابن اسحاق وابن عقبة وابن سعد وابن عائذ وغيرهم، واختلف فى شهود سعد بن عبادة بدرا، لم يذكره ابن عقبة ولا ابن اسحاق فى البدريين، وذكره الواقدى والمدائنى وابن الكلبى فيهم، وروينا ابن سعد كان يتهيا للخروج الى بدر وياتى دور الانصار يحضهم على الخروج فنهش قبل ان يخرج، فاقام، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لئن كان سعد لم يشهدها لقد كان عليها حريصا ، وروى بعضهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضرب له بسهمه واجره وليس ذالك بمجمع عليه ولا ثبت ولم يذكره احد ممن يروى المغازى فى تسمية من شهد بدرا، ولكنه قد شهد احد، والخندق والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (۳۰)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ بات قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ

Marfat.com

نے کہی، جب کہ معروف یہ ہے کہ یہ بات سعد بن معاذ نے کہی ہے، جیسا کہ ابن اسحاق، ابن عقبہ، ابن عائذ اور دیگر اصحاب مغازی نے بیان کی ہے، اور سعد بن عبادہ کی غزوہ بدر میں شرکت محل اختلاف ہے، ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے اہل بدر میں اُن کا شمار نہیں کیا، اور واقدی، مدائنی اور ابن کلبی نے اہل بدر میں شمار کیا ہے، ابن سعد کی روایت یہ ہے کہ بدر میں جانے کے لیے اُن کی تیاری مکمل تھی اور وہ انصار کے گھروں میں جا کے انہیں شرکت کے لیے ابھارتے، لیکن جانے سے پہلے انہیں کسی موذی جانور نے کاٹ لیا، جس کی بنا پر وہ جا نہ سکے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ سعد غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے، لیکن وہ شرکت پر حریص تھے۔ اور بعض حضرات نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لیے حصہ اور اجر مقرر کیا، حالاں کہ یہ بات نہ ثابت ہے، اور نہ اس پر اجماع ہے، اور مغازی کے راویوں میں سے کسی نے بھی شرکائے بدر کے اسما میں سعد بن عبادہ کا ذکر نہیں کیا، لیکن اُحد، خندق اور باقی تمام غزوات میں سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی ہے۔

اِبن سیّد النّاس کو واقدی کی رائے نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے، اس لیے کہ اِبن سیّد النّاس نے واقدی کا یہ موقف کہ حضرت سعد بن عبادہ کا شمار بدریین میں ہوتا ہے' ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے، جب کہ ''طبقات ابن سعد'' میں ابن سعد نے واقدی کا موقف ابن عقبہ اور ابن اسحاق کے مطابق نقل کیا ہے۔ ابن سعد' سعد بن

Marfat.com

عبادہ کی غزوۂ بدر میں شرکت کے بارے میں واقدی کی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ولم یشھد بدرا۔

سعد بن عبادہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ (۳۱)

حافظ ابن حجر بھی ''صحیح مسلم'' کی روایت کے مقابلے میں موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ووقع فی مسلم: ان سعد بن عبادۃ ھو الذی قال ذالک، وکذا اخرجه ابن ابی شیبة من مرسل عکرمة، وفیه نظر، لان سعد بن عبادۃ لم یشھد بدرا۔ (۳۲)

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ سعد بن عبادہ نے یہ بات کہی تھی، اور ابن ابی شیبہ نے بھی عکرمہ سے اسی طرح مرسلاً نقل کیا ہے، حالاں کہ یہ بات محل نظر ہے، اس لیے کہ سعد بن عبادہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔

البتہ حافظ ابن حجر نے دونوں روایات میں تطبیق کی صورت بھی ذکر کی ہے، جس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویمکن الجمع بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استشارھم فی غزوۃ بدر مرتین: الاولی وھو بالمدینة اول ما بلغه خبر العیرمع ابی سفیان، وذالک بین فی روایة مسلم۔ والثانیة کانت بعد ان خرج کما فی حدیث الباب۔ (۳۳)

Marfat.com

روایات میں اس طرح تطبیق بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں دو مرتبہ مشاورت کی ہو، اول مدینہ منورہ میں جب ابوسفیان کے ساتھ قافلے کی خبر پہنچی، اور دوسری مرتبہ جب مدینہ سے نکلنے کے بعد۔

لیکن حافظ ابن حجر کی بیان کردہ تطبیق محل اشکال ہے، اس لیے کہ یہ قرائن کے خلاف ہے، رسول اللہ ﷺ انصار کی رائے جاننا چاہتے تھے، اور جب رائے ایک مرتبہ معلوم ہوگئی تو بار بار جاننے کی ضرورت برقرار نہیں رہتی، البتہ تطبیق کی صورت تب ممکن تھی جب جمہور اہل مغازی کی روایت مسلم کی روایت کے معارض نہ ہوتی، لیکن جب جمہور اہل مغازی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ تقریر حضرت سعد بن معاذ نے کی ہے، تو اہل مغازی کی رائے کو ترجیح ہوگی، اور مسلم کی روایت کو کسی راوی کے تسامح پر محمول کیا جائے گا۔

تعارض کی تیسری مثال:

امام بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں واقعہ افک کی روایت بیان کی ہے، جس میں حضرت سعد بن معاذ رسول اللہ ﷺ سے تہمت لگانے والوں کو قتل کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

فقام سعد بن معاذ، فقال: ائذن لی یارسول اللہ ان نضرب اعناقھم۔ (۴۴)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں ان لوگوں کا کام تمام کردوں۔

Marfat.com

جب کہ ''سیرت ابن ہشام'' میں اس قول کی نسبت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ (۳۵) اور یہی راجح ہے، اس لیے کہ حضرت سعد بن معاذ کا غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ کا فیصلہ کر کے انتقال ہو گیا تھا، اور غزوۂ احزاب ۶ ہجری میں پیش آیا، جب کہ غزوۂ بنی مصطلق سات ہجری میں ہوا، جس میں واقعہ افک پیش آیا، اس لیے حضرت سعد افک کے وقت تھے ہی نہیں، چناں چہ اس روایت میں حضرت سعد کا نام رواۃ کا تسامح ہے۔

مندرجہ بالا روایات سے مولانا شبلی نعمانی کے موقف کا ضعف بھی واضح ہو گیا، جو انھوں نے سیرت اور حدیث کی روایات کے اختلاف کی صورت میں اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایہ صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں، اس لیے بہ صورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔ (۳۶)

مولانا شبلی کا یہ موقف نہ نقل کے اعتبار سے درست ہے، نہ ہی عقل کے اعتبار سے، نقل کے اعتبار سے درست نہ ہونے کی تفصیل گزر چکی، عقل کے اعتبار سے درست اس لیے نہیں ہے کہ جس روایت کی سند زیادہ مضبوط ہوگی اس کی صحت کا ثبوت بھی اسی قدر مضبوط ہوگا، وہ روایت سیرت کی ہو یا حدیث کی، حدیث کی روایات کے مقابلے میں سیرت کی روایات کو بالکل بے وزن قرار دینا عقل کے خلاف ہے۔ ''صحیح بخاری'' میں امام بخاری نے صحیح روایات کا التزام کیا ہے، جس سے بہ حیثیت مجموعی

Marfat.com

پوری کتاب کی صحت مسلم ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں ''صحیح بخاری'' سے بڑھ کر کوئی صحیح روایت ہی نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث کی دوسری کتب اگرچہ مجموعی حیثیت سے تمام روایات صحیح نہ ہوں، لیکن یہ ممکن ہے کہ کسی روایت کی صحت ''صحیح بخاری'' کی صحیح روایت سے زیادہ ہو، اس لیے کہ اگر یہ بات تسلیم نہ کریں تو ''سلسلۃ الذہب'' جیسی اصطلاحات کے وجود کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، الکفایہ، ص ۲۳۷، حیدر آباد دکن: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۷ھ

(۲) السمعانی، ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی، ادب الاملاء والاستملاء، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص ۷۸

(۳) خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ریاض: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، ۱/۲۸۱

(۴) بکار، زبیر، اخبار الموفقیات، بیروت: عالم الکتب، ۱۹۹۶ء، ص ۲۷۵

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء، ۵/۱۵

(۶) ایضاً، ۵/۱۳۳

(۷) ایضاً، ۸/۱۳

(۸) ایضاً، ۳/۴۶۱

(۹) ایضاً، ۳/۳۴۲

(۱۰) ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم، المعارف، قاہرہ: دار المعارف، س ن، ص ۳۰۷

(۱۲) ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب، اردن: دار الاعلام، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء، ص ۲۶

(۱۳) ابن عبد البر، التمہید، المغرب: مطابع فضالہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء، ۶/۳۹۶

(۱۴) ابن عبد البر، الاستیعاب، ص ۶۲۷

(۱۵) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲/۱۷۲

Marfat.com

(۱۶) ایضاً،۴/ ۸۹

(۱۷) ایضاً،۴/ ۹۰

(۱۸) ایضاً،۷/ ۲۸۷

(۱۹) ایضاً،۱/ ۷۹

(۲۰) ایضاً،۱/ ۱۰۶

(۲۱) ایضاً،۱/ ۱۵۰

(۲۲) ایضاً،۳/ ۳۵۔۳۶

(۲۳) ایضاً،۳/ ۱۲۵

(۲۴) ابن عبدالبر، التمہید ،۶/ ۳۸۸

(۲۵) ابن عبدالبر، الدرر فی اختصار المغازی والسیر ، قاہرہ: دارالمعارف، س ن، ص ۳۸

(۲۶) ایضاً، ص ۸۹۔۹۰

(۲۷) مسلم، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی سفیان، ص ۱۰۱۴، رقم الحدیث: ۲۵۰۱

(۲۸) اکمال المعلم ،۷/ ۵۴۶، دارالوفاء

(۲۹) مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر ، باب غزوۃ بدر، ص ۷۳۹، رقم الحدیث: ۱۷۷۹

(۳۰) ابن سید الناس، عیون الاثر ،۱/ ۲۸۶

(۳۱) ابن سعد، الطبقات الکبری،۳/ ۴۶۱

(۳۲) ابن حجر، فتح الباری،۷/ ۲۸۸

(۳۳) ایضاً

(۳۴) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، سورۃ النور، رقم الحدیث: ۴۷۵۷، ص ۹۲۵

(۳۵) ابن ہشام، سیرت ابن ہشام،۲/ ۳۰۰

(۳۶) شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، لاہور، ۱۴۰۸ھ،۱/ ۶۳

Marfat.com

فصل سوم:

ائمہ سیرت کے طبقات

دکتور یسری سلامہ نے ترتیب زمانی کے اعتبار سے ائمہ سیرت کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ (۷۲)

الطبقة الاولیٰ

طبقة الصحابة المعتنین باخبار السیر والمغازی وروایتها

پہلا طبقہ صحابہ کا ہے، جنھوں نے سیر و مغازی کی اخبار اور ان کی روایت کا اہتمام کیا۔

اس طبقہ میں کبار اور صغار صحابہ جن سے سیر و مغازی میں راویات منقول ہیں' داخل ہوں گے، جیسا کہ:

عبداللہ بن عباس (ت ۶۸ھ)

عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۷۳ھ)

عبداللہ بن عمرو بن العاص (۶۵ھ)

انس بن مالک (۹۲ھ)

جابر بن عبداللہ (۷۰ھ)

Marfat.com

براابن عازب (۷۲ھ)

عائشہ بنت ابی بکر (۵۷ھ) رضی اللہ عنہم

الطبقة الثانية

طبقة الجمع والتصنيف ،والرواة المعتنين بالسير و المغازی۔

ان رواۃ (تابعین) کا طبقہ جنہوں نے سیر ومغازی کی جمع اور تصنیف کی خدمت سرانجام دیں۔

جیسا کہ

سعید بن المسیب (ت۹۴ھ)

عروۃ بن الزبیر (۹۴ھ)

عبداللہ بن کعب بن مالک (۹۷ھ)

عامر بن شراحبیل الشعبی (۱۰۴ھ)

ابان بن عثمان بن عفان (۱۰۵ھ)

سلیمان بن بریدہ بن الحصیب (۱۰۵ھ)

محمد بن عمرو بن عطا (۱۰۵ھ)

قاسم بن محمد بن ابی بکر (۱۰۷ھ)

عبداللہ بن بریدہ بن الحصیب (۱۱۵ھ)

عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو (۱۱۸ھ)

محمد بن کعب بن سلیم القرظی (۱۱۸ھ)

Marfat.com

عاصم بن عمر بن قتادہ الانصاری (۱۲۰ھ)

محمد بن یحیٰ بن حبان الانصاری المدنی (۱۱۲ھ)

شرحبیل بن سعد المدنی (۱۲۳ھ)

محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۱۲۴ھ)

ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی (۱۲۷ھ)

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ الثقفی (۱۲۸ھ)

یزید بن رومان الاسدی (۱۳۰ھ)

عبداللہ بن ابی نجیح المکی (۱۳۲ھ)

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم (۱۳۵ھ)

داود بن الحصین الاموی (۱۳۵ھ)

ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن المخرمہ (۱۳۵ھ)

مجالد بن سعید الہمدانی الکوفی (۱۴۴ھ)

عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ الانصاری (۱۵۳ھ)

عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز الحنیفی (۱۶۲ھ)

محمد بن صالح بن دینار التمار المدنی (۱۶۸ھ)

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد (۱۷۴ھ)

اس طبقہ کے اکثر اعلام کا تعلق مدینہ منورہ سے ہے، جو ان واقعات کا مرکز رہا، لہٰذا اہل مدینہ ان واقعات کے علم کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز تھے۔ اسی بنا پر علم مغازی کی نشر و اشاعت میں اہل مدینہ کا خاص کردار ہے، علم المغازی کے حصول کے

Marfat.com

لیے لوگوں نے جہاں مدینہ منورہ کا سفر کیا وہیں اہل مدینہ نے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کر کے اس علم کی اشاعت کی۔ علم المغازی میں اہل مدینہ کے امتیازی وصف کی صراحت امام اوزاعی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے امام محمد کی ''السیر الصغیر'' کو دیکھ کر کہا:

وما لاهل العراق والتصنيف فى هذا الباب ؟ فانه لا علم لهم بالسير، ومغازى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه كانت من جانب الشام والحجاز دون العراق، فانها محدثة فتحا۔ (۲)

اس باب میں اہل عراق کی تصنیف کی کیا اہمیت ہے، ان کو سیر کا علم نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مغازی تو حجاز اور شام میں وقوع پزیر ہوئے تھے نہ کہ عراق میں۔ اس کی فتح تو ابھی قریب زمانے میں ہوئی ہے۔

امام سرخسی رقم طراز ہیں کہ

جب امام محمد کو امام اوزاعی کی یہ بات معلوم ہوئی تو غصے میں آ گئے اور ساری مصروفیات ترک کر کے السیر الکبیر تصنیف کی۔

الطبقة الثالثة

طبقة التاليف فى السير والمغازى، و الكتب المفردة المختصة بها

وہ لوگ جنھوں نے سیر و مغازی کے فن پر مستقل کتابیں تالیف کیں۔

Marfat.com

اس طبقہ کے اعلام:

موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش المدنی (ت ۱۴۱ھ)

ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان التیمی البصری (۱۴۳ھ)

محمد بن اسحاق بن یسار (۱۵۱ھ)

معمر بن راشد نجیح بن عبدالرحمٰن السندی المدنی (۱۷۰ھ)

یحییٰ بن سعید بن ابان الاموی الکوفی (۱۹۴ھ)

عبداللہ بن وہب المصری (۱۹۷ھ)

محمد بن عمر الواقدی (۲۰۷ھ)

اس طبقہ کی کتب علم سیرت کے لیے مصادر اصلیہ ہیں، اس لیے کہ علم سیرت پر مبسوط کتب اسی طبقہ کے علما نے تالیف کی ہیں۔ اور پھر ان کے تلامذہ نے ان کی کتب کے نسخے تیار لیے اور ان کی روایت کی۔

خطیب بغدادی ''تقیید العلم'' میں علم کی کتابی صورت میں تدوین کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انما اتسع الناس فی کتب العلم، وعولوا علی تدوینه فی الصحف بعد الکراهة لذالك لان الروایات انتشرت، و الاسانید طالت، واسماء الرجال وکناهم وانسابهم کثرت، و العبارات بالالفاظ اختلفت، فعجزت القلوب علی حفظ ما ذکرنا۔ (۳)

روایات پھیل چکی تھیں، اسانید طویل ہوگئی تھیں، رجال کے اسما، کنیتوں

Marfat.com

اوران کے انساب بہت زیادہ ہو گئے تھے، الفاظ کی بنا پر عبارات مختلف ہونے لگی تھیں، لہٰذا دل ان چیزوں کے یاد کرنے سے عاجز آ گئے تھے، اس لیے لوگوں نے علم کے لکھنے میں گنجائش پیدا کی، اور صحیفوں میں علم کی تدوین پر کمربستہ ہوئے، حالاں کہ (متقدمین کے ہاں) یہ ناپسندیدہ تھا۔

امام ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ'' کے چوتھے طبقے جو کہ تابعین کا تیسرا طبقہ ہے' کے آخر میں لکھتے ہیں:

وشرع الكبار فى تدوين السنن وتاليف الفروع وتصنيف العربية، ثم كثر ذالك فى ايام الرشيد، وكثرت التصانيف، والفوا فى اللغات، واخذ حفظ العلماء ينقص، ودونت الكتب، واتكلوا عليها، وانما كان قبل ذالك علم الصحابة والتابعين فى الصدور، فهى كانت خزائن العلم لهم رضى الله عنهم۔ (۴)

کبار علمانے سنن کی تدوین، فروع کی تالیف اور عربی زبان کی تصنیف کی ابتدا کی، پھر ہارون رشید کے زمانے میں یہ سلسلہ مزید بڑھا اور تصانیف کی کثرت ہوگئی، علمانے لغات میں تالیفات کیں، علما کا حافظہ کم ہونے لگا، کتب مدون ہوگئیں، اور علمانے انہی پر بھروسہ کر لیا، وگرنہ اس سے پہلے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کا علم ان کے سینوں میں تھا، اور ان کے سینے علم کے خزانے تھے۔

''تاریخ الاسلام'' میں ۱۴۳ھ کے احوال بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

Marfat.com

وفی هذا العصر شرع علماء الاسلام فی تدوین الحدیث والفقه والتفسیر، فصنف ابن جریج التصانیف بمکة، وصنف سعید بن ابی عروبة، وحماد بن سلمة وغیرهما بالبصرة، وصنف الاوزاعی بالشام، وصنف مالك الموطا بالمدینة، وصنف ابن اسحاق المغازی، وصنف معمر بالیمن، وصنف ابو حنیفة وغیره الفقه والرای بالکوفة، وصنف سفیان الثوری کتاب الجامع، ثم بعد یسیر صنف هشیم کتبه، وصنف اللیث بمصر وابن لهیعة، ثم ابن المبارك وابو یوسف وابن وهب، وکثر تدوین العلم وتبویبه ودونت کتب العربیة واللغة والتاریخ وایام الناس، وقبل هذا العصر کان سائر الائمة یتکلمون علی حفظهم او یروون العلم من صحف صحیحة غیر مرتبة۔ (۵)

اس زمانے میں علمائے اسلام نے حدیث، تفسیر اور فقہ کی تدوین کا آغاز کیا، ابن جریج نے مکہ میں، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ وغیرہ نے بصرہ میں اور اوزاعی نے شام میں اور مدینہ میں مالک نے موطا اور ابن اسحاق نے مغازی کی تصنیف کی، معمر نے یمن میں اور ابوحنیفہ وغیرہ نے کوفہ میں رائے اور فقہ تصنیف کی، اور سفیان ثوری نے کتاب الجامع کی تصنیف کی، اور ان کے کچھ عرصہ بعد ہشیم نے، لیث اور ابن لہیعہ نے

Marfat.com

مصر میں، پھر ابن مبارک، ابو یوسف اور ابن وہب نے ایک بڑی مقدار میں علم کی تدوین اور ابواب بندی ہوگئی، عربی، لغت، تاریخ اور ایام الناس کی کتب مدون ہوگئیں، حالاں کہ اس زمانے سے پہلے تمام ائمہ ذہنی یادداشت کی بنا پر بات کرتے تھے، اور غیر مرتب صحیح صحیفوں سے علم کی روایت کرتے تھے۔

الطبقة الرابعة

طبقة اصحاب کتب الاحکام المتعلقة بالسیر والمغازی

وہ لوگ جنہوں نے سیر و مغازی سے متعلقہ احکام پر کتب تالیف کیں۔

اس طبقہ کے اولین اعلام میں:

ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد الاوزاعی (ت ۱۵۷ھ)

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری (۱۸۵ھ)

محمد بن حسن الشیبانی (۱۸۹ھ)

اس طبقہ کے اعلام نے مغازی سے جہاد اور قتال کے احکام کا استنباط کیا۔ اس باب میں سب سے پہلے امام اوزاعی نے تصنیف کی، امام اوزاعی کی تصنیف کو اصل بنا کر ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری نے اس پر اضافہ کیا۔ اہل عراق میں سے امام محمد بن حسن شیبانی نے پہلے ''السیر الصغیر'' اور پھر ''السیر الکبیر'' کی تصنیف کی۔

Marfat.com

الطبقة الخامسة

طبقة اصحاب النسخ والزيادات على المصنفات والكتب المؤلفة

وہ لوگ جنہوں نے سابقہ کتب کے نسخے تیار کیے اور تصنیف و تالیف شدہ کتابوں پر اضافے کیے۔

اس طبقہ کے اعلام:

یزید بن ابی حبیب المصری (ت ۱۲۸ھ)

ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل (۱۳۱ھ)

یونس بن یزید الایلی (۱۵۷ھ)

جریر بن حازم البصری (۱۷۰ھ)

عبدالملک بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم (۱۷۶ھ)

علی بن مجاہد الرازی (۱۸۲ھ)

ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری (۱۸۳ھ)

ہشیم بن بشیر الواسطی (۱۸۳ھ)

معتمر بن سلیمان التیمی (۱۸۷ھ)

سلمہ بن الفضل الابرش الرازی (۱۹۱ھ)

ولید بن مسلم الدمشقی (۱۹۵ھ)

یونس بن بکیر الشیبانی الکوفی (۱۹۹ھ)

Marfat.com

علم سیرت کی تدوین کے نقطہ نظر سے تابعین کا دور بنیادی اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ اس دور نے صحابہ اور تابعین کے بعد کے دور کے مابین پل کا کردار ادا کیا ہے۔ گویا ائمہ سیرت کا طبقہ ثانیہ جنھوں نے علم سیرت کا استقصا کیا طبقہ اولیٰ اور طبقہ سوم کے درمیان واسطہ ہے اور تیسرے طبقے نے طبقہ دوم کی فراہم کردہ معلومات کی بنا پر ہی سیرت کی طویل کتابوں کی تالیف کی۔ چناں چہ دکتور یسری سلامہ نے دوسرے طبقے کو طبقۃ الاصول قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وهى طبقة الاصول؛ لان معظم مرويات السير والمغازى جاء من طريق هذه الطبقة اما بالرواية والنقل ،او بصياغة الخبر بلفظهم وترتيبهم، وهو الخبر الذى كانوا يتلقونه عن الصحابة، والطبقة الاولى من التابعين، ثم يخرجونه فى سياق واحد منتظم مرتب، وهو ما يعد مستهل كتابة التاريخ فى الاسلام، وبداية التمييز بين رواية الحديث ورواية التواريخ والاخبار۔ (٦)

(دوسرا طبقہ) اصول کا طبقہ ہے، اس لیے کہ سیر و مغازی کی مرویات کا ایک بڑا حصہ اسی طبقہ سے روایت و نقل کے طریقے سے یا وہ خبر انھی کے الفاظ اور ترتیب کے ساتھ خاص شکل میں آئی ہو یعنی وہ خبر جو انھوں نے صحابہ اور کبار تابعین سے حاصل کی پھر اسے تسلسل کے ساتھ منظم اور مرتب کر کے پیش کیا۔ اور یہاں سے اسلام میں تاریخ لکھنے کا آغاز ہوتا

Marfat.com

ہے، اور حدیث کی روایت اور تواریخ و اخبار کی روایت کے مابین جداگانہ (اسلوب) کی ابتدا ہوتی ہے۔

امام زہری کے زمانہ میں مغازی کی روایات غیر مرتب صحیفوں سے ایک منظم اور منقح صورت میں منتقل ہو چکی تھیں، اور اسی دور میں مغازی کی روایات سے مختلف علوم کے ائمہ نے اعتنا کیا۔ فقہا نے علم الفقہ کا ایک باب بنا کر جہاد کے احکام کا استنباط کیا، جیسا کہ طاہر پٹنی کے اس قول ''کتاب السیر میں مذکور احکام حضور ﷺ کے غزوات میں طریقے سے ماخوذ ہوتے ہیں، اس لیے اسے کتاب السیر کہا جاتا ہے'' سے معلوم ہوتا ہے۔ محدثین نے موضوع اور اسماء الصحابہ کے اعتبار سے کتب حدیث میں مغازی کی روایات درج کیں، اور ائمہ سیرت نے ترتیب زمانی اختیار کرتے ہوئے مغازی کی روایات مرتب واقعات کی شکل میں بیان کیں۔

عروہ بن زبیر کے بعد عبداللہ بن ابی بکر اور پھر ابن اسحاق نے بھی اپنی کتاب میں ترتیب زمانی کے ساتھ واقعات کا ذکر کیا، اور پھر واقدی، ابن سعد اور دیگر سیرت نگاروں نے اسی منہج کو اختیار کیا۔

اور مغازی کے احوال کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے قبل از بعثت اور بعد از بعثت کے احوال کو بھی شامل کیا، اور اس مجموعہ پر سیرت کا اطلاق ہوا۔

خلیل بن ایبک الصفدی رقم طراز ہیں:

فاول من صنف فی المغازی عروۃ بن الزبیر رضی الله عنهما، ثم موسی بن عقبة، ثم عبد الله بن وهب، ثم فی السیر ابن اسحاق۔ (۷)

Marfat.com

مغازی میں سب سے پہلے عروہ بن زبیر نے تصنیف کی، پھر موسیٰ بن عقبہ نے، اور سیرت میں ابن اسحاق نے تصنیف کی۔

طبقاتِ خمسہ میں سے طبقہ دوم اور طبقہ سوم علم سیرت کے مصادر ہیں، طبقہ دوم اس لیے کہ انھوں نے سیرت کی روایات جمع کی ہیں، اور طبقہ سوم نے ان روایات کو کتب میں جمع کر دیا ہے۔ لہٰذا بعد کے زمانے کے سیرت نگار انہی کے محتاج اور متبع ہوں گے۔

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) یسری سلامہ، مصادر السیرۃ النبویہ، ص۴۷

(۲) سرخسی، شرح السیر الکبیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء، ۱/۴

(۳) بغدادی، احمد بن علی بن ثابت الخطیب، تقیید العلم، دار احیاء السنۃ النبویہ، ۱۹۷۴ء، ص ۶۴

(۴) ذہبی، ابوعبداللہ شمس الدین محمد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ۱/۱۶۰

(۵) ذہبی، ابوعبداللہ شمس الدین محمد، تاریخ الاسلام، بیروت: دار الغرب، ۲۰۰۳ء، ۳/۷۷۶

(۶) یسری سلامہ، مصادر السیرۃ النبویہ، ص ۸۴

(۷) الصفدی: صلاح الدین خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات، ۱/۲۸

Marfat.com

Marfat.com

خلاصۂ مباحث

- علم سیرت ایک مستقل علم ہے، اگرچہ کتب حدیث اس کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے، لیکن مصدریت کی بنا پر کلیتاً اصولِ حدیث کو اصولِ سیرت قرار نہیں دیا جا سکتا۔
- سیرت نگار روایاتِ سیرت کی تحقیق کے لیے نقد کے اصول استعمال کرتے تھے اور اُن اصول کی بنا پر صحت کے معیار پر پوری اترنے والی روایت اگرچہ محدثین کے ہاں ضعیف ہو، لیکن سیرت نگاروں کے نزدیک صحیح ہو سکتی ہے، جیسے ایک ہی روایت محدثین کے نزدیک ضعیف جب کہ فقہا کے ہاں صحیح اور قابل استدلال ہوتی ہے۔
- عصر حاضر میں "صحیح السیرة النبویة" کے عنوان سے منصۂ شہود پر آنے والی تالیفات اس اعتبار سے قابل قدر ہیں کہ اُن میں صحاحِ ستہ اور دیگر صحیح احادیث سے سیرت سے متعلقہ معلومات جمع کر دی جاتی ہیں، لیکن اس سے یہ تاثر لینا ایک علمی غلطی ہے کہ دیگر کتب میں سیرت کے مضامین پر مشتمل تمام روایات کی صحت مشکوک ہے۔
- قرآن کریم میں علم سیرت کے بہت سے اصول مذکور ہیں، جن سے استنباط کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

کتب حدیث اور کتب سیرت کی روایات میں تعارض کی صورت میں علی الاطلاق کتب سیرت کی روایت کو مرجوح قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ متعارض روایات کے درجہ صحت کو دیکھا جائے گا، اس لیے کہ سیرت کی مجمع علیہ روایت بسا اوقات خبر واحد سے بہ اعتبار صحت اقویٰ ہوتی ہے، جیسا کہ گزشتہ ابحاث میں ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی چند ایسی روایات کو ذکر کیا گیا ہے جو علم سیرت کی روایات سے متعارض ہیں اور محدثین نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ ان روایات میں اصحاب سیرت کا موقف زیادہ راجح ہے۔

متعارض روایات کی ترجیح و تطبیق میں ابن عبد البر، ابن کثیر، ابن سیّد الناس، ابن حجر کے مناہج سے مستغنی نہیں ہوا جا سکتا۔

Marfat.com

مصادر

۱- آمدی، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، ریاض، دارالصمیعی، ۲۰۰۳ء

۲- احمد بن حنبل، مسند احمد، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۵ء

۳- الازہری، ابومنصور محمد بن احمد، تہذیب اللغۃ، مصر: دارالمصریہ، س ن

۴- اصفہانی، ابوالفرج، کتاب الاغانی، بیروت: دارالفکر، س ن

۵- ابن الاکفانی، محمد بن ابراہیم بن ساعد الانصاری، ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد، قاہرہ: دارالفکر العربی، س ن

۶- بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، ۱۹۹۸ء

۷- بزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی، البحر الزخار المعروف بمسند بزار، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۸ء

۸- بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، الفقیہ و المتفقہ، ریاض: دار ابن الجوزی، ۱۹۹۶ء

۹- بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ، حیدر آباد دکن: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۷ھ

۱۰- بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ریاض، مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

۱۱- بغدادی، احمد بن علی بن ثابت الخطیب، تقیید العلم، داراحیاء السنۃ النبویہ، ۱۹۷۴ء

Marfat.com

۱۲- بکار، زبیر، اخبار الموفقیات، بیروت: عالم الکتب، ۱۹۹۶ء
۱۳- ابوالبقا، ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی، الکلیات، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۸ء
۱۴- بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء
۱۵- بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء
۱۶- ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، س ن
۱۷- تھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون، بیروت: مکتبہ لبنان، ۱۹۹۶ء
۱۸- ابن تیمیہ، تقی الدین احمد الحرانی، مجموعۃ الفتاویٰ، مصر: دارالوفاء، ۲۰۰۵ء
۱۹- الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح (تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ)، بیروت: دارالعلم للملایین، ۱۹۹۵ء
۲۰- الجزائری، طاہر الدمشقی، توجیہ النظر الی اصول الاثر، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۹۹۵ء
۲۱- جصاص، احمد بن علی الرازی، الفصول فی الاصول، کویت: وزارۃ الاوقاف، ۱۹۹۴ء
۲۲- حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن
۲۳- ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، دمشق: مطبعۃ الصباح، ۲۰۰۰ء
۲۴- ابن حجر، احمد بن علی، ھدی الساری، ریاض: مکتبہ الملک فہد، ۲۰۰۱ء
۲۵- ابن حجر، احمد بن علی، تہذیب التہذیب، حیدرآباد: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۶ھ
۲۶- ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، فتح الباری، بیروت: دارالمعرفہ، س ن
۲۷- الحنبلی، ابن رجب، کشف الکربۃ فی وصف اھل الغربۃ، دارابن رجب، ۲۰۰۲ء
۲۸- حمیداللہ، مقدمۃ سیرۃ ابن اسحاق، ص ط، فاس (المغرب) مطبعۃ محمد الخامس، ۱۹۷۶ء

Marfat.com

۲۹- ابوحیان، محمد بن یوسف الاندلسی، تفسیر البحر المحیط، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء

۳۰- ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، بیروت: دارالفکر، ۲۰۰۱ء

۳۱- داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر، کراچی: البشریٰ، ۱۴۳۶ھ/ 2015ء

۳۲- ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، س ن

۳۳- دہلوی، شاہ عبدالعزیز، عجالۂ نافعہ، مترجم وشارح: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، کراچی: مکتبۃ الکوثر، ۲۰۱۲ء

۳۴- ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، تاریخ الاسلام، بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۹۹۰ء

۳۵- ذہبی، ابوعبداللہ شمس الدین محمد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن

۳۶- الرازی، محمد فخر الدین، التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۱ء

۳۷- زبیدی، محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس، کویت: مطبع حکومۃ کویت، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء

۳۸- الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، بیروت: دارالعلم للملایین، ۲۰۰۲ء

۳۹- الزمخشری، جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر، الکشاف، ریاض: مکتبۃ العبیکان، ۱۹۹۸ء

۴۰- سرخسی، احمد بن ابی سہل، اصول السرخسی، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء

۴۱- سرخسی، احمد بن ابی سہل، شرح السیر الکبیر، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء

۴۲- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۷ء

۴۳- السلمی، محمد بن صامل، السیرۃ النبویۃ، ریاض: دار ابن الجوزی، س ن

۴۴- سلیمان محمد، اتجہات التالیف ومناہجہ فی القصص القرآنی، اردن: جامعۃ الیرموک، مقالہ پی ایچ ڈی

۴۵- السمعانی، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی، ادب الاملاء والاستملاء، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۴۶- سہیلی، عبدالرحمٰن، الروض الانف، دارالکتب الاسلامیہ، ۱۹۶۷ء

Marfat.com

۴۷- ابن سیّد الناس، محمد بن محمد بن محمد بن سیّد الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، بیروت: دار ابن کثیر، س ن
۴۸- سیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر، تدریب الراوی، ریاض: دار العاصمہ، ۱۴۲۳ھ
۴۹- ابوشہبہ، محمد بن محمد، الوسیط فی علوم ومصطلح الحدیث، جدہ: عالم المصر فی س ن
۵۰- ابن شبہ، ابوزید عمر بن شبہ النمیری البصری، تاریخ المدینۃ
۵۱- الصفدی: صلاح الدین خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات، بیروت: دار احیاء التراث، ۲۰۰۰ء
۵۲- ابن صلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن، معرفۃ انواع علم الحدیث، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۲ء
۵۳- الصنعانی محمد بن اسمٰعیل الامیر الحسنی، توضیح الافکار، مدینہ منورہ، المکتبۃ السّلفیہ، س ن
۵۴- طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، قاہرہ: دار ہجر، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
۵۵- طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ: دار المعارف، س ن

۵۶- الطناحی، الدکتور محمود محمد، الموجز فی مراجع التراجم والبلدان والمصنفات وتعریفات العلوم، قاہرہ: المکتبۃ الخانجی، ۱۹۸۵ء
۵۷- الطیبی، شرف الدین الحسین، الکاشف عن حقائق السنن، ریاض: مکتبۃ نزار مصطفیٰ، ۱۹۹۷ء
۵۸- ابن عاشور، محمد الطاہر، تفسیر التحریر والتنویر، تونس: الدار التونسیہ للنشر، ۱۹۸۴ء
۵۹- ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ القرطبی، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، قاہرہ: دار المعارف، س ن
۶۰- عبدالرزاق ہرماس، مصادر السیرۃ النبویۃ بین المحدثین والمؤرخین، ۲۰۰۷ء
۶۱- عواجی، محمد بن محمد، مرویات امام زہری فی المغازی، مدینہ منورہ: مکتبۃ الملک فہد، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء

Marfat.com

۶۲- العُودہ، سلیمان بن حمد، السیرۃ النبویۃ فی الصحیحین وعند ابن اسحاق، سعودیہ: ادارۃ الثقافۃ والنشر، ۱۹۹۳ء

۶۳- ابن فارس، ابوالحسین احمد، معجم مقاییس اللغۃ، بیروت: دارالفکر، س ن

۶۴- فیروز آبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۵ء

۶۵- فیروز آبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب، بصائر ذوی التمییز، قاہرہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۶۶- ابن قطلوبغا، زین الدین قاسم، خلاصۃ الافکار شرح مختصر المنار، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۹۹۳ء

۶۷- القونوی، قاسم بن عبداللہ الرومی الحنفی، انیس الفقہاء، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء

۶۸- کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، دہلی: فرید بک ڈپو، ۱۹۹۹ء

۶۹- کاندھلوی، مولانا زکریا، تقریر بخاری، کراچی: مکتبۃ الشیخ، س ن

۷۰- ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، البدایۃ والنہایۃ، دار ہجر، ۱۹۹۸ء

۷۱- ابن کثیر، عماد الدین ابوالفدا اسماعیل الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم، قاہرہ: مؤسسۃ قرطبہ، ۲۰۰۰ء

۷۲- لالکائی، ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ۱۴۱۱ھ

۷۳- لکھنوی، محمد عبدالحئی، ظفر الامانی بشرح مختصر الجرجانی، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۱۶ھ

۷۴- لکھنوی، مولانا محمد عبدالشکور، مختصر سیرت نبوی، لاہور: المکتبۃ العربیہ، س ن

۷۵- الرصیفی، سعد، الجامع الصحیح للسیرۃ النبویۃ، قاہرہ: دار ابن کثیر، ۲۰۰۹ء

۷۶- مصطفیٰ صبری، موقف العقل والعلم والعالم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۱ء

۷۷- محمد سرور بن نایف، دراسات فی السیرۃ النبویۃ، برمنگھم: دارالارقم، ۱۹۸۸ء

۷۸- محمد یسری، التجدید فی عرض السیرۃ النبویۃ، قاہرہ: دارالیسر، ۲۰۰۹ء

Marfat.com

۷۹- مزی، جمال الدین ابوالحجاج یوسف، تهذیب الکمال، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۴ء

۸۰- مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض: بیت الافکار الدولیہ، ۱۹۹۸ء

۸۱- ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، بیروت: داراحیاء التراث، ۱۹۹۹ء

۸۲- میرٹھی، بدر عالم، ترجمان السنہ، لاہور، س ن

۸۳- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، فتح الغفار بشرح المنار، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء

۸۴- ابن الندیم، ابو الفرج محمد بن ابی یعقوب الوراق، الفہرست، کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت، س ن

۸۵- ندوی، ابوالحسن علی، مقدمہ معارف الحدیث از مولانا منظور نعمانی، لکھنؤ: کتب خانہ الفرقان، ۱۹۷۸ء

۸۶- النملہ، عبدالکریم بن علی الدکتور، المہذب فی اصول الفقہ المقارن، ریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۹۹۹ء

۸۷- النیسابوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت: دار ابن حزم، ۲۰۰۳ء

۸۸- ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک، سیرۃ النبی، طنطا: دارالصحابۃ للتراث، ۱۹۹۵ء

۸۹- ابن ہشام، ابوعبداللہ محمد عبداللہ جمال الدین بن یوسف ابن احمد بن عبداللہ بن ہشام الانصاری، اوضح المسالک الی الفیۃ ابن مالک، بیروت: المکتبۃ العصریہ، س ن

۹۰- ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، التحریر فی اصول الفقہ، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۱ھ

۹۱- یاسر بن احمد نور، مصادر السیرۃ النبویۃ بین المحدثین والمؤرخین، ۲۰۰۷ء

۹۲- یسری، محمد یسری سلامہ، مصادر السیرۃ النبویۃ، قاہرہ: دارالندوہ، ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

محقق - ایک نظر میں

نام : عثمان غنی

پیدائش: ۱۲؍فروری ۱۹۸۷ء

والد : فضل دین انجم

تعلیم : ۱- حفظِ قرآن (مدرسہ تعلیم القرآن)

۲- درسِ نظامی (جامعہ دار القرآن، مسلم ٹاؤن، فیصل آباد

۳- تخصص فی علوم الحدیث، جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۴- ایم اے، اصول الدین، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

۵- ایم فل، علومِ اسلامیہ، جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد

۸- الاجازۃ العالیہ فی علوم القرآن والحدیث از مولانا ڈاکٹر عبد الحلیم نعمانی

سلسلۂ تصوف: نقش بندیہ - پیر ناصر الدین خاکوانی

Marfat.com

Marfat.com

آثارِ مطبوعہ "دارُالاسلام"

عقائد (متون)

1- کتاب التوحید: امامِ اہل سنت سیدنا امام ابومنصور محمد ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ
2- عقائد حنفیہ (فقہ اکبر، کتاب الوصیۃ): امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مترجم: مفتی غلام معین الدین نعیمی
3- عقیدۂ طحاویہ: اِمام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: مولانا محمد نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ
4- عقائد نظامیہ (نظام العقائد): مولانا فخر الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: مولانا دوست محمد اجمیری
5- احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: دلشاد احمد قادری
6- عقائد نوری (العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفی): شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ
7- عقائد رضویہ (اِعتقاد الاحباب، عقائدِ حقۂ اہلِ سُنّت و جماعت): اِمام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
8- مسلک اربابِ حق: مولانا شاہ وجیہ الدین احمد رام پوری رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ: ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

علم الکلام

9- افضلیت سیدنا صدیق اکبر پر اجماعِ اُمت: فیصل خان
10- من ھو معاویہ؟: مولانا قاری محمد لقمان
11- دفاعِ سیدنا امیر معاویہ: شیخ حیات سندھی، علامہ پرہاروی، عبدالقادر بدایونی، غلام رسول قاسمی
12- عقائد خیوریہ (ایمانِ آباے مصطفیٰ): حضرت مولانا خیر الدین خیوری دہلوی
13- البوارق المحمدیہ مع احقاق الحق و ابطال الباطل: حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
14- نجم الرحمٰن: علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق: محمد نعیم عباس، محمد قلندر خان
15- عرفانِ مذہب و مسلک مع عرفانِ حقیقت: علامہ یٰسین اختر مصباحی

مناظرہ

16- فیضیہ (علم مناظرہ): مولانا فیض الحسن سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ
17- تین تاریخی بحثیں مع مکالمہ کاظمی و مودودی: مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی
18- اثبات المولد والقیام: حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: مولانا محمد رشید نقش بندی

تحقیق

19- مولودِ کعبہ کون؟: مولانا قاری محمد لقمان

Marfat.com

تنقید

39- دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟: ذیشان احمد مصباحی

40- دعوتِ دین کے جدید تقاضے: محمد ناصر مصباحی، دیباچہ: مولانا عون محمد سعیدی

تاریخ

41- الثورة الهندية: علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق: ڈاکٹر قمر النسا

ادب

42- دیوان فضل الحق الخیرآبادی، تحقیق: د. سلمہ سہول / د. خالق داد ملک

43- اسکندر نامہ (بری): نظامی گنجوی

44- شرح محمدیہ (شرح زلیخا): مولوی محمد گھلوی رحمۃ اللہ علیہ

45- نورِ ایمان (دیوان): مولانا محمد عبدالسمیع بیدلؔ رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

46- مدحت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ: فرزدق تمیمی، تقدیم وترجمہ: مولانا اُسید الحق قادری

47- تضمیناتِ رازی (برکلامِ امام احمد رضا): میرزا امجد رازی

لسانیات

48- المبین: پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

متفرق

49- رسائل مولانا خیر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ابو الکلام آزاد)، مرتب: محمد رضاء الحسن قادری

50- تحقیق وتفہیم (مجموعہ مقالات): مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

51- فکرونظر کے دریچے: مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی

منطق وفلسفہ

51- میر ایساغوجی: اثیر الدین ابہری ومیر سید شریف جرجانی، محشی: محمد گھلوی ومفتی عبداللہ ٹونکی

52- شرح المرقاة: عبدالحق خیرآبادی، مع: رسالة فی الوجود الرابطی: برکات احمد ٹونکی

53- شرح الحواشی الزاہدیہ علیٰ ملا جلال: علامہ عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

54- زبدة الحکمة: علامہ عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ: محمد عبدالشاہد خان شروانی

نحو

55- تحفۂ سلیمانی (حاشیہ بر تکملہ ملا عبدالغفور): علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

سوانح و تذکار

20- مناقب الحبیب: خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: مولانا محمد رمضان فاروقی
21- تجلیاتِ قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی نثار احمد اشرفی
22- مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ: شاہ محمد مظہر مجددی مدنی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ: محمد اقبال مجددی
23- احوال و آثار شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ: اُسید الحق قادری و مجاہد الدین بدایونی
24- علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ-حیات و خدمات: شگفتہ جبیں، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
25- علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ-حیات و خدمات: پروفیسر امجد منیر، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس
26- تذکرہ سنوسی مشائخ: عابد حسین شاہ پیرزادہ
27- تذکرہ مشائخ مجددیہ افغانستان: پروفیسر حسن بیگ مجددی، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
28- ماہ نامہ جامِ نور، دہلی/ عالم ربانی (مولانا اُسید الحق قادری) نمبر
29- مجلہ "حجۃ الاسلام"، لاہور/ علامہ اشرف سیالوی نمبر

تصوف (وحدۃ الوجود)

30- الروض المجود: علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ
31- فیصلہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ و شرح: مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

سیرت

32- علوم السیرۃ-اصول و مصطلحات: مولانا عثمان غنی نعمانی
33- مباحث سیرت-تبیان القرآن کی روشنی میں: اختر حسین، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

حدیث

34- حدیث افتراقِ اُمت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں: مولانا اُسید الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ
35- تفسیر و حدیث میں ہندوستان کا تذکرہ: میر غلام علی آزاد بلگرامی، مترجم: ڈاکٹر علیم اشرف جائسی

جرح و تعدیل

36- توثیق صاحبین: فیصل خان

اصول

37- اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد: مولانا نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق: مفتی محمد اسلم رضا
38- حق و باطل کا فیصلہ (فیصل التفرقہ): اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: مفتی دلشاد احمد قادری

Marfat.com

مباحث سیرت

تبیان القرآن کی روشنی میں

تحقیق

اختر حسین

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

دار الاسلام

Marfat.com

سیرت اور اُصولِ سیرت پر اُردو میں پہلی کتاب

علوم السیرۃ

اصول و مصطلحات

تحقیق
مولانا عثمان غنی نعمانی

پیش لفظ
ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

دارالسلام

Marfat.com